

हिन्दुस्तानी

.....

.....

वर्ग संख्या.....

पुस्तक संख्या.....

क्रम संख्या.....

مختصر سجاد مرزا ایک

دہلوی

مطبوعہ ڈاکٹر جوبلی پریس حیدرآباد دکن

ناول

# تمنا کے دیپ

مصنف

محمد سجاد مرزا بیگ دہلوی

مطبوعہ ڈیمنڈ جوبلی پریس حیدرآباد دکن

جملہ حقوق محفوظ ہیں

قیمت فی جلد ۰



## دلیپ

دل کے ٹکڑے سے تیرے گریز میں آج کچھ نہالہ بالکان وگر کرتا ہے۔  
اللہ اگرچہ وہ ہے مگر دل لگو کے۔ بے فکری کا زمانہ ختم ہوا  
بہشت و آرام کے دن گئے۔ اب نہ سیر باغ ہے نہ مجلس احباب۔ پھر نہ خوش کن  
باتیں اور بے گنہ شہرت نہ شہسازان۔

ہیں۔ تم کیا گئے گویا دنیا بھر کے تفریح کے سامان ہی اٹھ گئے۔ ہاں جب تصور میں وہ زمانہ  
اور اُس کی بہار میں پھر آتے۔ تکیچہ پر سنانے والا ہوتا ہے۔

کیا میں اُن دنوں کو بھلا سکتا ہوں جب سید ناصر علی اویسی نے گلاشیں بے شمار تاریخ  
یا دکر تے تھے۔ امتحان کے دن قریب آتے جاتے تھے اور ہمارے شوق اور دلی ولولے  
بڑھتے جاتے تھے۔ نہاروں امیدوں اور الو العزم خیالات کا اظہار ہوتا تھا کہی

نوٹ بخدا کہ میں شاعری کا دعویٰ نہیں کرتا۔ اگرچہ میری کلام میں وہ جواہر ہیں۔  
لے جب میں عربی سکول میں انٹرنس کلاس میں پڑھتا تھا تو ناصر علی صاحب سے ہر جمعہ ہفتے یہی وجہ تعارف ہوتی۔  
جو بڑھتے بڑھتے یگانگت اور انس تک پہنچ گئی۔ ریاضی میں عمدہ نکل اور طبیعت میں شوقی ہے۔  
دوستوں سے محبت اپنوں سے زیادہ بناتے ہیں۔ آج کل ضلع انبالہ میں نائب تحصیلدار ہیں۔



## ب

خوف ورا کی ذرا اور اس کر دیتا مگر ایک دوسرے کو ڈارن دیتے اور پھر ہمارے  
چہرے ہنساں اور دل خوش ہو جاتے۔

اُس دن کی خوشی کا کیا پوچھنا ہے جب شمس اُٹھتی ہے شریک ہون جاتے کے  
مارے دن۔ گرمی کی شدت کی چاندنی راتیں۔ موسم بہار کی صبح و شام۔ برسات میں  
پہاڑوں کی خاک۔ درختوں کی عطرہ موم جی ہمارے دل سے نہ بچتا تھا۔ باغ اور جنگل کے  
پرندہ ہم سے زیادہ سنے فکر و ہنساں نہ تھے۔ شاید ان کو بھی ہماری آزادی اور  
نواہنی پر رشک آتا ہو۔ نہریا اور پاسکے کنارہ کن۔ قدرت کے منظر باغوان کی سیر  
کرتے ٹیلوں گل جاتے۔ یا شام کھیتوں یا کھیتوں کی سیر کرتے۔ کبھی موسم بہار  
کی شام کو سرسبز جنگل میں۔ دھندلے دھندلے شام کو جاتے تھے۔ تو تھیں وہاں  
ہمارے دریا کی طرف منہ کر کے بیٹھے۔ ہمارے یہ جلسہ کس غضب کا پڑتار ہوتا تھا۔  
ماہتاب ہمارے سر پر نکل رہا ہوتا۔ ہوا میں بھولوں کی بوبلی ہوتی ہوتی۔ ایک  
طاقتور مردی فروش اور اس پر قدرتی گلکاری دوسری جانب۔ ایک تماشہ اور ایک  
نئی چیز۔ ہر جہت میں جہاں کا نہ تھکتے دکھائی دینا غرض عجب دل فریب اور دلچسپ  
سین ہوتا تھا۔ پھر اس پر شمس اُٹھتی کہ لڑائیوں و غارتوں کی پچھل پڑی چھٹ۔ سہی موت  
اشعار پڑھتے تھے وہ امن ملتے۔ بے لاگ اور سچی تھیں۔ باغ باغ ہوتے۔  
مولوی محمد حسن کی بخیدہ تقریر۔ متین گندہ۔ خیالات۔ خرافات و کلیات

تاریخی شخصیات اور شمس اُٹھتی ہیں۔ میرے عزیز اور ہم عروست ہیں۔  
موت کو ملی کو طرز بالا اور۔ ان کی تہذیب میں اہل شہر سے سبقت لے گئے۔ عیسائیوں کی تہذیب سے طبیعت  
میں جوت اور ظرافت پیدا کی۔ کبھی کبھی شعور ہی کہتے ہیں اور خوب کہتے ہیں۔ سخن فہم اعلیٰ کی ہیں۔  
رنگینی طبع۔ بڑے علم پرستی سے بھی مہارت پیدا کی ہے۔ ان کی مفاہیم میں کشش اور دل لہیا۔ بڑی قوت خدا اور  
ان کی تہذیب۔ اعلیٰ درجہ کے ہیں لہذا کشش اور دل لہیا۔ بڑی قوت خدا اور

سہارن پور میں محترم صاحب فاروقی ضلع مراد آباد کے رہنے والے ہیں۔ گرو طبیعت وہ پائی ہے کہ اہل دلی ہی  
رشک کرتے ہیں۔ کلام میں شکستگی۔ سنان۔ اعلیٰ درجہ کی ہے۔ زبان میں مہل کا اتباع ہے اور اس کو پوری  
خوبی سے پہانتے ہیں۔ لاجو کل کچھ فنی فاضل کا امتحان دیا۔ عربی اور وینیات لیا۔ بڑے بڑے  
معارف فنی فاضل سے کہیں زیادہ اور مولوی فاضل کے قریب قریب۔ دلی میں مہل باڑے تشریف لے گئے۔

اس دلچسپی کو اور دو بالاکرے اور خیال کا دامن درہائے بے بہہ سے بھرتے۔  
کبھی مہرِ جلیل کی صحبت پہنچی ورنہ حقیقی ہمدردی کا حق ادا کرتی اور کسی فکر و  
تشویش کو دلیلیں نہ رہتے دیتی۔

ابھی یہ باتیں خواب و خیال ہیں۔ فانیؒ الہامی کا زمانہ نہ رہا۔ دوستوں کی باتوں  
پر ہی پھر وہ دل اور دلیلیں انگلیں کھانے لگی۔

میرؒ سے دوستی پادشہ سے لطف و صحبت کو دل ڈھونڈتا تھا۔ اگر کسی نے اب  
میرؒ کا حسن اتفاق سے دیکھا تو اس زمانہ کی یادگار میں یہ کتاب تصنیف کی ہے اور اپنی  
حالت اور شوق کے لحاظ سے نام تمثالی دیدار رکھا ہے۔ اگرچہ یہ تحفہ ہنایہ ہے مگر  
اگرچہ اس کو آپ کے ناموں سے نامزد کرتا ہوں کہ پھر سے اطمینان کے زمانہ اور پاک  
مشاعر کی یادگار ہے۔ اور جو احباب میرؒ کی شہنائی میں اس کے مطالعہ سے  
مسرور ہوں۔

در سخن پنهان شدم مانند او در برگ گل۔ ہر کہ دیدن میل دارد در سخن بیند مرا  
خاکسار محمد سجاد مرزا بیگ

حاشیہ متعلقہ صفحات پر طبعی سبب سے لکھا گیا۔ اور طبیعت اچھاٹ رہی۔ حصول علم انگریزی کی  
غرض سے میرؒ سے تعارف پیدا ہوا۔ اور رفتہ رفتہ میرؒ کے رشتہ دلون میں مستحکم ہو گئی۔ آپ کو انگریزی میں  
بہت صفت مزاج تھا۔ میرؒ سے بہت ہی مغز طباع۔ خوش خلق و ظریف شخص ہیں۔ نظم و شعر میں بہت ہی  
خیال و فکر۔ اور روشن۔ میرؒ کی تقریر کا مادہ ہی اعلیٰ درجہ کا ہے۔ چنانچہ لیکچر خوب اور بہت ہی دلچسپ  
ہیں۔ طبیعت پر غضب کی آمد ہے۔ ذہن بھی پرلے درجہ کے ہیں۔ آجکل ریاست راجستھان میں میرؒ کی  
۱۵۰ سالہ سالگرہ منائی جا رہی ہے۔ میرؒ صاحب دہلی کے خاندانی شرفائین سے ہیں۔ جن صورت و سیرت سے ممتاز ہیں  
پاک باطنی اور خدا شناسی ان کا خاص جوہر ہے۔ طبیعت میں رسانی اور بلند نظری بہت ہے۔ علاوہ  
ان میں خود دار بھی ہیں۔ میرؒ ہم جامع ہی ہیں اور ہم محکم بھی۔ آجکل حیدر آباد میں ملازم ہیں۔ اور  
جب راقم حیدر آباد میں تھا تو ان کی صحبت و گفتگو سے ہمتی۔ دلمان ان کے کیا نام۔ میرؒ کی صحبت کا اثر  
طبعی ہے۔ اور اکثر سچی دوستی کے ثبوت ظاہر ہوئے۔ خصوصاً ان کے دوستوں پر چرب میں  
طبعی اور منہا تھا۔ اس وقت مجھ کو میرؒ سے بہت دور تھا۔ مگر پڑتا ہے کہ صلاحیت و سعادت کی وہ تصویر  
۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

زلفِ حمد و لغتِ ادلاست بر خاکِ خفته سجودِ مے تولدِ کربانِ مے تو ان گفتن

دکاء

حدیثِ عشق شد زیبِ بیانم - چو شمع افتاد آتشِ انزلِ ربِ یانم -  
قلم از جوشِ این مے شد سیرست - ز من عشقے بہر جا عاشقی ہست

باب اول

دل اُس بت پر شیدا ہوا چاہتا ہے خدا جائے اب کیا ہوا چاہتا ہے

”سٹر ناصر“

”کون“

”کیا میں اب نام بھی بناؤں“

”بھلا آیا“

”جلدی آؤ اگر تم نہیں آتے تو مینہ آتا ہے“

۲  
نماز بھی دلا۔

”نماز بھی دلا۔“  
”نماز بھی دلا۔“

”نماز بھی دلا۔“  
”نماز بھی دلا۔“

پانچ منٹ کے بعد مسٹر ناصر غازی نے بارش کی شہنائی ترکی  
ٹوپی تلون ناپا جامہ۔ نہایت عمدہ ولایتی بوٹ ڈانٹ سگار اڑاتے گئے۔  
اخلاق سے دونوں نے مصافحہ کیا اور داکنگ کے لئے چل پڑے۔

صبح سے منہ نے آنکھ نہیں کھولی کبھی کم اور کبھی زیادہ برابر برستارہ۔ خدا  
کر کے کہیں چار بجے ذرا تھا تو بے چین طبیعتوں کو جو دن بھر گریں بیٹھے بیٹھے اکتاہٹ  
تہیں فرصت ملی کہ سبزہ زار اور باغوں کی بہار سے اپنا دل بھلائیں۔ موسم برسات  
اُن لوگوں کے لئے ہے جو نیچے کی بے انتہا خوشنایوں سے اپنا دل بھلائیں  
کالی کالی گھٹنا کا آنا۔ سبزہ کا لہرنا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کا چلنا۔ پرندوں کا طرارے  
بہرنا۔ ابر تر کی پہوار۔ خود رو پودوں کی بہار۔ چشم نظر گیان سے اُن تمام مصنوعی  
تراش و خراش کو گرا دیتے ہیں جو مایوں کے نگہ ہاتھ اپنی ہنرمندی کا نمونہ دکھانے  
کے لئے بڑی جدوجہد سے پیدا کرتے ہیں۔

حاصلی جس کی ضمیمت میں خدا نے پہر مذاق کوٹ کوٹ کر بہر اچھا منہ تہتے  
ہی گھر سے نکلا اور ناصر کے ساتھ تفریح طبع کے لئے ٹھنڈی شرک پر ہو لیا۔ پہر پہر  
دونوں جوان اس شرک پر مڑے جو قلم کے نیچے نیچے جامع مسجد سے لیکر وریا سے جتنا  
تک پہنچ جاتی ہے۔ اس شرک کے کنارہ اسلامی شان و شوکت کی ایک نشانی تک  
باتی ہے جو سہری مسجد کے نام سے مشہور ہے یہ خوبصورت دلکش مسجد سر سے پاؤں  
تک سنگ باسی کی بنی ہوئی ہے۔ اور اس کی مینار نہایت خوبصورتی سے بنائے گئے  
ہیں۔ میناروں کی کلیاں سہری ہیں برج بھی سہری تھے مگر شکستگی کے

سب سے پہلے کے بزمِ جزائے اندر پہنچے۔ دیواروں پر سنہری کامِ ناز نے  
کے کیا ہوا تھا۔

رہے صفائی عمارت کہ در تماشايش بیدہ باز نہ گرد و نگاہ از دیوار  
قدیم زمانہ میں اس مسجد کے تعلق ایک عرض بھی تھا۔ لیکن اب زمانہ نے اُس کا نشان  
تک صفحہ ہستی سے ہٹا دیا۔ البتہ مسجد کی پیشانی سے اُس کے بانی کا نام اب تک روز  
روشن کی طرح چمک رہا ہے۔

وَهُوَ هَذَا

شکر حق در عہد احمد شاہ غازی بادشاہ	خلق پرورد او گر شاہان عالم را پناہ
مسجد سے مکروہ بنا لو اب قدسی منزلت	باود انم فیض علم آن ملاک سجہ گاہ
سخی لو اب بہادر صاحب لطف و کرم	ساخت تعمیر چین جاوید عالی و سنگا
چاہ و عرض صاف صفتش آبرو بزم آ	ہر کہ از آفتاب طہارت کو شد پاک ز گنہ
سال تار بخش چہ خرم یافت از الہام	مسجد بیت المقدس طلع نور الہ

یہ دو نونوجان آہستہ آہستہ باتین کرتے اس مسجد تک پہنچے اور چند سیڑھیان چڑھتی  
کے بعد مسجد کے دروازے کی چھت پر جا بیٹھے۔ اس وقت کہ بار دیکھنے کے قابل  
تھی۔ اندازاً شام کے چھ بج چکے تھے اور آفتاب ڈھلے ڈھلے افق میں پہنچ گیا تھا۔  
ابہر ہی جا بھیجے پھٹ گیا تھا۔ اور آہستہ آہستہ ہوا کے جوہر کے نہایت سرعت کے  
ساتھ بادلوں کے پھٹے پھٹے ٹکڑوں کو اڑا لئے جاتی تھی۔ ابر کے ہٹ جانے سے  
دن بھر کے بعد آفتاب نے ہی جھلک دکھائی اور زرد و زرد کرین مسجد کے برجوں  
پر اور نہانے دھونے درختوں کی چوٹیوں پر پڑیں۔ چونکہ آفتاب کی شعاعیں  
زمین پر نہ گرتی تھیں اس سبب سے کرہ ہوائی کا بالائی حصہ سطح زمین کی نسبت کچھ  
زیادہ روشن تھا۔ حامد نے اس وقت کا سماں لوٹنے کے لئے چاروں  
طرف سرسری نظر ڈالی اور جہاں تک اُس کی نظر میں پہنچ سکتی تھیں نیچے کی

وفا کی خبر پہلے ہی کہہ دیا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے اپنے ہاتھوں سے لکھا ہے کہ "یہ عمارت جو ابھی تک قائم ہے، وہ میری یادگار ہے۔"

دیکھتے ہی دیکھتے سین کا رنگ پلٹا کیونکہ آفتاب غروب ہونے لگا۔ اور بہو رے بہو رے بارہون نے نہایت شیعہ قرمزی رنگ اختیار کیا۔ دریا کے جمن کی طرف اتق  
مین آگ سی لگ اٹھی اور چارون طرف قدرت نے ایک مسخ ہتھاب چھوڑ دی۔ قلعہ  
کے لالہ ان گنگوٹسحق مین ڈوبے ہوئے نظر آئے گئے اور زمین سے آسمان تک ایک مسخ  
روشن چادر تھی جوئی سلوم ہوئی۔ سبزہ کی ہریا دل۔ شفق۔ عمارات۔ اور بجری کی ٹکڑ  
کی مسرخ دریا کے جمن اور چوٹی خوشنابہر کے نیلگون پانی مین اون کی مسخ عکس کا لہلہانا

سے ذرا ہٹایا۔ وہ بھی اُڑا کر رہا۔ اور نماز مغرب ادا کی۔ تاہم یہ کسی  
 ناصر احمد۔ اب یہ کہہ رہا تھا اور اس وقت غصہ منظر کی آخری بہار دیکھنے کے  
 لئے زمین پر ایک وسیع نظر ڈالی تو جامع مسجد کے برج کی عین سیدہ بین ماہ ربیع الاول  
 کی پھلی رات کا چاند نہایت خوشنمائی سے جلوہ افروز نظر آیا۔ اب یہ وہ دو گھر واپس آئے  
 کے لئے روانہ ہوئے اور ہاتھ میں ہاتھ ڈالے باتیں کرتے آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے  
 ایک پہونچے۔

ناصر	اب میں رخصت چاہتا ہوں۔
حامد	ابھی سے۔
ناصر	گہری آگیا۔
حامد	یہ تو میں بھی جانتا ہوں کہ آپ کا دولت خانہ قریب ہے۔
ناصر	لہذا رخصت۔ کل پہر ملین گئے۔
حامد	اجی آپ ہیں کس خیال میں۔ اب میں آپ کو کب چھوڑتا ہوں۔
ناصر	کیا تہانہ میں لے چلو گے۔
حامد	ہاں بھائی محمد و کا۔ کہ تمہیں جبراً اُن تک لے چلون۔
ناصر	ابھی تو اُن کو بیوی ہی ملی ہے جب مجسٹریٹی ملیگی تب ہی کسی پر زور کریں۔
حامد	آپ کے نزدیک بیوی ہے اُن کے نزدیک تو بادیہ شاہت مل گئی ہیں تسمت لے
ناصر	مَنْ جَدَّ وَجَدَّ۔
حامد	آج رات وہ اپنی کامیابی کا جشن کریں گے۔
ناصر	تین دن کے بعد۔

لفظی۔ جس نے کوشش کی اُس نے پایا۔

انما

۱۲۰

انصار

دعا

خاص

126

10

1

کریم

141050

11

۱۰۰

2011

گفتگو

1

۱۵۔ از آب حیات۔



اور کوئی نہ کہہ سکا۔ چنانچہ ان کے سر پر ہر قسم کے سزاؤں سے بھرپور  
توہنیا ہی ہوئی ہے۔ دو طرفہ اوپے اوپے چوبی ترون پر دو ہرے شکاری  
اور شہ نشین پہلوں پر کمرہ اور صحن چیان۔ چوتھرہ کے وسط میں سنا۔ مرم  
کا حوض صحن میں خوبصورت نہر دو طرف باغیچہ اور روشین اور بڑے بڑے کمرہ  
اس محل سرا کی ایک جانب ایک اور مکان ہے جس کا ایک دروازہ محل سرا میں ہے  
اور دوسرا فرش خانہ بازار میں یہ مکان مردانہ مکان قرار دیا گیا تھا اور آج رات  
ناج ہی اس میں ہوئے والا تھا۔ محل سرا میں زمانہ تھا اور کل تک اس میں  
کنبہ رشتہ کی عورتیں بکثرت ہمارا آئی ہوئی تھیں۔ مگر آج صرف قریب ہی کے  
تھوڑے سے رشتہ دار تھے۔ باہر کا کمرہ محمود اور اس کے چوٹے بھائی حامد  
کے پاس تھا اور دوست و احباب بھی اکثر اسی کمرہ میں آیا جا کر رہتے تھے۔ کمرہ مکلف  
فرش اور آئینوں سے آراستہ تھا اور اس میں چند گلوب دار لمپ جل رہے  
تھے۔ جن سے صحن میں بھی کافی روشنی تھی۔ محمود سے چند احباب کے صحن میں کریم  
بچھائے ہنسی خوشی باتیں کر رہا تھا۔ اور چونکہ کمرہ میں گرمی تھی لہذا اس وقت  
وہ خالی چوڑ دیا گیا تھا۔

محل سرا کے سجانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی گئی تھی۔ دالان میں سفید  
ستہری صاف صاف چاندنیاں بچھی ہوئی تھیں۔ اور گاؤ تکبہ دیواروں کے  
برابر رکھے ہوئے تھے۔ جاڑے فانوس کی روشنی سے رات کو دن کر دکھایا تھا صحن  
میں حوض کے گوشوں اور باغیچہ کے چاروں طرف لال ٹینبیں روشن تھیں اور  
جا بجا آرام کریاں بچھی ہوئی تھیں تاکہ جہانوں کو نہر اور باغیچہ کی سیر کی لطف اٹھانے  
میں آرام دیں۔ مردانہ مکان میں نوکر چاکر جلد ہی جلدی فرش درست کر رہے تھے  
اور لمپ دھندلیاں وغیرہ روشنی کا سامان قرینہ قرینہ سے آویزاں کر کے  
جلارہے تھے۔ حامد بھی محمود کے برابر ہی ایک کرسی پر بیٹھا اور  
دوستوں سے باتیں کرنے لگا۔ اتنے میں اندر سے ایک ماما بیٹے اور حامد کو

دیکھ کر کہنے لگا: "میرے بچے، میں نے تجھے یہ سب کچھ بتا دیا ہے۔"

حامد: کیوں۔

ماما: یوں ہی

دسکرا کر مین اندر باہر پر۔ وہ تو نہیں۔

ماما: داری اب سب یہاں گئے صبح ۱۱ بجے ہی اپنے باقی ہیں۔

حامد: اری پردہ تو نہیں۔

ماما: اے کہ تو دیا شوق سے جاؤ کوئی نہیں۔

حامد اندر داخل ہوا اور لب عوض کر سی گھٹیکر بیٹھ گیا اور دوسری کرسی پر پاؤں پھیلا دئے۔

حامد اس وقت اپنی عمر کے اٹھارویں سال میں تھا۔ مگر چونکہ وہ نہایت تندرست اور صحیح المزاج تھا اس سبب سے اُس کی عمر کے اندازہ کرنے میں ناواقف آنکھیں غلطی کرتی تھیں۔ اور اوس کی نظریں وہ اپنی اصل عمر سے دو تین برس زیادہ تھا۔ خدا نے اوس کو حسن صورت و سیرت سے شرف دیا تھا اگرچہ وہ بہت گورانہ تھا مگر اوس کا گندی رنگ خوبصورت اور بڑی بڑی آنکھیں خط و خال کی خوشنمائی ہاتھ پیروں کی موزونیت ایسی تھی کہ دیکھنے والے اوسے پسند کرتے تھے۔ اس کے علاوہ اُنہا کا خلیق۔ شایستہ۔ مہذب۔ نیک مزاج۔ صفا و باطن۔ خوش خلق۔ خندہ پیشانی لڑکا تھا شرف علم سے بھی بے بہرہ نہ تھا۔ اوس کی باتیں بڑی غریب کی تھیں۔ متانت اور سنجیدگی کے ساتھ ایسا مذاق تھا کہ کسی کو ناگوار ہی نہ ہوتا تھا۔ علاوہ ازیں اُس کی خصلت نے اپنی پراسائے کے دل میں جگہ کر لی تھی۔ غرض اوس کی ادائیں فرداً فرداً نہیں تو جمیعاً تو ضرور اس قابل تھیں کہ بزرگوں سے شفقت۔ دوستوں سے افسوس۔ فیروں سے محبت۔ نہ پر دستی ارا لیتی تھیں۔ ممکن نہ تھا کہ کوئی شخص دو چار بار اوس سے ملے اور اوس کا گرویدہ نہ ہو جائے۔

کسی سے کچھ کہنے کا ارادہ کیا اور کسی نے کسی کام میں دیکھ کر خاموش ہو رہا تھے  
 میں ایک خادمہ سامنے سے گزری۔

مجھے پانی پلا جا۔

بھلا میاں آئے ذرا پائون کو کہ آؤں۔

انہوں نے تھوڑی دیر انتظار کیا مگر جب ماما نے پھر تو اس نے پکار کر کہا کہ  
 کوئی مجھے پانی پلا جائے۔ تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ کسی نے اپنے گورے گورے  
 نازک ہاتھوں سے ایک برٹ کا گلاس پیش کیا۔ حامد نے گلاس ہاتھ میں لیا  
 اور ایک گھونٹ پی کر گویا پانی کو زیادہ ٹھنڈا کرنے کے لئے ٹھہیر گیا۔ اور  
 دیر دیدہ نگاہ سے اس نازنین کو دیکھتا رہا۔

یہ نازنین دو شنیہ لڑکی ہلاکی خوبصورت تھی اور انتہا درجہ کی باجیا۔ مجلس  
 میں ہر ایک آنکھ اسی پر پڑتی تھی اور ہر زبان پر اسی کا ذکر تھا۔  
 اندام آن گل خندان چہ رنگ و بو دارد کہ مرغ ہر چمنے گفت گوئے او دارد  
 ابھی تیرہواں برس پورا نہ ہوا تھا۔ بر حسن خداداد کی بہارین حد کمال تک پہنچنے  
 لگیں تھیں۔ سادگی اور بھولا پن جو اس لڑکی کی سرشت میں تھا۔ خصوصاً  
 اس وقت کا کام دیتا تھا۔ جدا اپنی طرف ہر ایک کی توجہ کھینچ لینے میں  
 مقناصین کا حکم رکھتی ہے گور اگر اور رنگ گلاب جیسی رخسارے۔ پتلے پتلے  
 صغیر ہونٹ نازک نازک ہاتھ پاؤں خوبصورت۔ باجیا آنکھیں۔ طرہ دار کشیدہ  
 ابرو علاوہ ان نراکت ان سب پر فوق رکھتی تھی۔

جادوئے منہ فریبہ گزشتہ درجہ ان شکیبہ  
 جوش منہ کہ تاب رخسار جتنا بے نمودہ و رشپ تار

بلفیس

سبز درانی بسا اس -

حامد

ہم کہوں

بلفیس

نہم میں کسٹس ہی اس بلا کی ہے کہ کوئی نم سے علیحدہ رہتا  
نہیں جاہا

حامد

خوب کہا ہم میں علیا سی تو ہے

بلفیس

ہاں ہوائی ہے کو کچھ ابسا ہی ہر ایک ہم سے اعتدال سے زیادہ  
مجھ سے کراہی ہو

حامد

یونکہ تم سے الگ ہے اس سے کچھ نہال ہے

بلفیس

ہمیں میں سے آرا کر دیا ہے غصہ بھی تم سے بہت کچھ محبت  
کرنے ہیں دیکھو مری بڑی بوجی اور اس کے شے دو لو

حامد

نہم کو کسایا ہے ہیں - اسے سولہ کی طرح سمجھے ہیں - یہاں جب ہمارا ذکر آنا ہے  
ہی کہتے ہیں کہ ہم کو نو ساہ - سے زیادہ کوئی غصہ سند نہیں -

حامد

زرگ فقط کیا ہی کرنے ہیں

بلفیس

آخر کتبہ میں اور ہی نو لڑ کے ہیں تم ہی میں کہا سرخاب کا پرچہ

حامد

ہر ہمہ ای ایسی فست ہے ہم کو کون رشک مدد ہوا -

بلفیس

یہی تو میں بھی کہتا ہوں کہ مہار سے سمارہ میں بہہ بات

حامد

ہے با کوئی سحر کا عمل بڑھتے ہو اور صرف سر رگوں ہی پر کما منحصر ہے چوٹے

بلفیس

بڑے اپنے برائے سب کا تہاری تعریف میں تہہ سبک ہونا ہے - خال

حامد

اتان کی دو بیٹیاں تم سے کیسی محبت کرتی ہیں -

بلفیس

ایک نہ تہہ دو تہہ - خواہ خواہ کہوں کسی کو مد نام کرنی ہو -

حامد

میں کیا جوں رہا کہو اموں ہم اس ہی میں یہا - منے -

بلفیس

دیکھو ہوا ہے لے رالوں اس نام ہاری انیرانی یہاں کر دی -

حامد

منور رہا ہی ابی ایڑی ہی مسیح کو ہرا ہائی -

ہیں وہ سب اس قدر اسی طرح ہیں کہ یہ سب کام چور دہ	سجیس
اور آپ کے کام میں مصروف - ہمارا ذرا کام نہ کرویں -	حامد
میں تو اس کا مشکل سے یقین کروں گا -	بلقیس
بڑا مست کرو ہو نا ہی کہا ہے یہہ نو وہ ہی کہنے ہے کہ ہیں	بلقیس
اپنے شہسراں بہرین زیادہ نر حاد غریز ہے - بن حواہ خواہ کوئی بات نکالے اور	حامد
سجٹ کہا کرتا ہوں اور کی تیزی طبع نے میرا دل حوش ہوتا ہے -	بلقیس
وہ کون ؟	حامد
کہا بجا رہے ہو لے ہیں - یہی نو چہ حوائی ہے -	بلقیس
جر حہون اول کی عبا ہے -	حامد
اب ہو شمار ہو جاؤ تمہارا سرا آگیا ہے -	بلقیس
خبر صلا !	حامد
آج ہی دکر ہو رہا تھا کہ اس سال حامد کا گھر بھی سادیا جائے	بلقیس
الحمد للہ میرا گھر تو اب ہی بسا ہوا ہے -	حامد
تمہیں اچھا لگتا ہے کہ سب کی شادی ہو جائے اور آب لندو	بلقیس
ہی رہیں -	حامد
چو ہا لڈو رہی ہے گا -	بلقیس
اب کوئی دم میں دم سے جہاج نہ دے گا -	حامد
مل میں نوس جوہ ہی نہیں ساتا دم سے جہاج کیا ماند ہوں -	بلقیس
ہمہ کوں ؟	حامد
بے زریقتی شش شش -	بلقیس
اوروں کے ماس کو سارر تھاخا اماموں حال کو زردور کہے	حامد

نوٹ : ہندوستان میں عورتیں حادہ کا کام ہیں لیس بلکہ میرا شہال کرتی ہیں -



ملقنس

اس وقت تھنے مجھے ڈر اسادیا۔

حامد

اگر خداوند تعالیٰ، وفرما سکے تو کوئی بات  
نہیں مان ڈوں (کچھ ایسا بیڈ ہیپ آئیڈ اس ہے کہ نہ خاموش رہا تاہم نہ کچھ کہا سکتا  
ہے مگر جس اور انہی کارروائیوں پر بند ہیں تو میں کہوں کاہل برن۔

والان بن سے ایک ادھر شہر سردست حکما اہم سا ہنسالیس برس کا میں تھا سیکلے  
اور اس کے پیچھے پیچھے وہی نازیں دیکر با ایک ادا سے ڈو پیٹہ سہا لقی  
چلی۔ اس نے کرن، نگہوں سے حامد کی طرف دیکھا اور ہر نظر میں کئے کہ تو یہ  
اشراک کر۔ کہہ مارا وہی عورت کے ساتھ داخل ہوئے۔ ہوڑی دہرے کے  
میں وہ ایک چینی کے قاب میں کچھ مویے اور مٹھائی نہایت خوبصورتی سے  
جن کر لائی ہوئی معلوم ہوئی۔

پورہ کے ماں اکروہ فر اٹھکی۔ اور مڑ کر اسی عورت کی طرف دیکھا تو اس نے  
بکار کر کہا۔ حامد مثلاً۔ تھنے صبح کو بھی حلدی ہیں کچھ نہیں کھا با تھا ہو کر، لگی ہوگی  
کھا۔ میں لو اہی دیر ہے لو بہر مٹھائی کھا لو، جب بہہ آوار حامد کے کان میں  
یہ سچ چکی لو اس سے ہاست آرت۔ سے حورہ رستم رکھا اور جراد سن کر  
چاہا کہ حامد کے پاس میں تاساں، دے کے مگر حیا مانع ہوئی اس سے یہ حراہت کی  
مگر سامے رہا کا آنا اس سے ملقنس کی کرسی کے پاس جا کر ساماناز کہ ہاتھ اوسکے  
کے۔ یہ پر کہہ کہ کا آنا لوہم اہیں دے۔ اس اسامی حامد کی نظر میں اس بری  
حال کے ساتھ ساتھ رہن۔ اس کی ایک ایک او کو شور و بہا کس۔ قاب دکر  
اس نے اندر جا کر ارادہ کہا ہر ملقنس نے اوستے۔ نیما (پٹھالبا۔ اور نہ  
جائے دبا۔

ملقنس

اس وقت ہم کوں اندر گھٹس ہیں۔ بٹھی ہو۔ دیکھو یہاں کسٹی

ہوا ہے

مارین

جی ہاں۔ سب وہاں بیٹھے۔ میں بھی بیٹھی رہی۔

مہاراجمان جی تو نہیں کہہ رہا۔  
 مازیں جی کیونکہ کہہ رہا تھا آخر یہ بھی تو کہہ رہا ہے۔  
 بلقیس یہ کہہ کر اس نے پہراٹھے کا ارادہ کیا اور بلقیس نے دوبارہ روکا۔  
 بلقیس ہاتھیں ہرچلن کیا ہم سے کچھ نہ ہو۔  
 مازیں (شرما کر) خچا کوں ہونے لگی تھی۔ بھابی اندر اکیلی بیٹھی ہیں  
 اُن بھاری کا اور جی کہہ ائے گا۔ اپنے دل میں کہا کہیں گی۔  
 حامد (بلقیس) بھابی جاں کا مزاج تو ابھی کہا معلوم ہونا تھا مگر مان نہ دیتا  
 کیسی ہے۔  
 بلقیس مازیں لڑکی کی طرف اشارہ کر کے، یہہ اوں کے مصاحب  
 ہیں ال سے پوچھو۔  
 مازیں (بلقیس) کون کیا آئے اوں کو نہیں دیکھا۔  
 حامد مگر تمہاری نسبت تو کم  
 مازیں رہا ہیں مہربانی آوار سے، حاصی اپنی ہے۔  
 حامد اور عادت۔  
 مازیں دھولی مہولی ادا سے، اس کی مجھ کہا خیرا ہے، وہ کسی سے  
 بات ہی نہیں کر میں۔ یہ کہہ کر وہ جلدی سے اٹھی اور، الاں کے اندر چلی گئی۔  
 حامد بے گہری کا لکڑی کی تو ساڑ ہے آٹھ میں دس سٹ مافی  
 تھے وہ جلدی سے ٹوٹی میں ماہر کل آیا۔ اس وقت سب احباب حوٹہ و د کے یاں  
 جمع تھے مردانہ مکان میں چلے گئے تھے ہار تھی۔ صرف ماصر اور جید اور دوستوں  
 کا انتظار رہا۔ جس سے شرمک حلوہ ہوئے کا اور ار لگا گیا تھا۔  
 مچھو (حاصی) ماصر آئیں گے باہر میں۔  
 حامد آدہ ہنگہ دکا و مدہ ہا، ماصر اور یادہ وقت کد، گدا۔ ابھی تک  
 کہیں آئے۔



دوسرا  
اگر اوں کے آنے سن را ہی تہ ہو لو سہدار کو پہچا جائے  
وہ بعیر ساتھ لائے نہ چوڑے گا  
پہچدو آپ ملے آئیں گے۔  
قیسرا  
حامد  
تھوڑی را اور انتظار کر ماچا ہے ابھی کچھ الٹی رہیں ہوئی  
وقت گذرتا جاتا تھا اور ناصر کی عمر حاضری سے احسا کا اضطراب ٹہنا جاتا تھا۔ گنگنہ  
نے دس بجائے اور ساتھ ہی ایک نازک سُر ملی آواز ہوا اس کو کھی ہوئی دور  
دور کل گئی۔

وہو ہدا

غزل

ماز و تمکین ہے وہاں صبر کی باں تاس ہیں  
طرمہ ہر گمحت ہن نظر آئے ہیں۔  
ہائے وہ شوق ملاقات مدو میں جا گے  
جاں کی شکل دکھائی ہے بک کر بھکاو  
سحر و سر ہن کہیں آرام بہمن خاطر خواہ  
عمرہ ناور طلب اور عشوہ ہوا با بسید  
شبہ عشق کی یہ وہوم اور اتیک صحت  
یہی صورت ہے تو کچھ نصیحت کے سبب نہیں  
رق آکھوں سے ٹٹکی ہو۔ غناب ہیں  
حس کی آکھوں کے تصور میں مجھے ہوا کہیں  
دل کی قصور سوائی ہے یہ سہما ہیں  
بحر میں حار ہیں و شب میں گراں ہیں  
صباں دل ہے سو ماو میں ماسا ہیں  
دل میاں ہیں دیدہ سے جواب ہیں

دیگر

محنت جادہ دار دہاں در خلوت دلہا  
تو حن ساقی سوی در دیک طرہی سے ملد  
بشمع روشنی ان کلبہ تار اتحاد ارد  
تورہ ار کمر اسباب سر جو رنگ سازو  
ہر ہفتا دو دو ملت گروں جسم نو مسازو  
حواس سمجھ کم گرد مد اس رہ رہ رہ ملد  
بقدر بکھرا شد وسعت آغوش ساہلہا  
اگر دل در گراں آیا لوں کل پر کلہا  
۱۰۱ ہاں چو یوں کل رہا کر دندہ ملہا  
بہ یک ہماہ رنگیں آیدہ یک سنہرہ ملہا

یس امر دن جو جمع کشتہ روتس شد پر فراق کہ در ہر دہدہ بیدار پنهان بود حالہا

علی اشب سے شیراز در عام و سبب وارو  
الاما السانی احد کا ساونا ولہا

## باب دوم

تَسُوْتُ مَعَ الْمَرْءِ حَاحَاتُهُ وَتَقْنِي كَلَامَهُ حَاجَةُ مَا لَقِيَ  
تَرْفُحُ وَتَعْدُو لِحَاحَاتِنَا وَحَاحَةُ مَنْ عَاشَ لَا تَقْنِي

کسی حکم کا قول ہے کہ انسان کا دل جتنی ہوئی بھٹی کے مانند ہے جس طرح ہڈی ہڈی سے  
شعلہ کسی کہ کسی چیز کو سلگائے رکھتی ہیں اس طرح دل ہی ہر وقت ایک ہڈی ہڈی کا تپا  
رہنا ہے۔ خواہے انسان جیسے کام کرنا چھوڑ دے۔ اور ایسا کونسا سر ہوگا کہ جو  
گہنہ میں ایک دم دم لیتا ہو مگر جاسے کہ دل ایسی سوخ بھار سے غافل ہو تو کہاں۔ اس  
لئے وہ صبر کی اور ہمت کی۔ حصول مطالب کی غرضی۔ ماکامی کا ریح۔ آئندہ کی تدابیر  
تلاشی کا فاسد کا خیال وہ عظیم مہارت ہے جس کی سر انجام سے طبیعت کو کمال و صفت ہیں  
ملتی۔ ہر طبقہ اور ہر حال میں اس کی اعلیٰ درجہ کی کوششیں ہمیشہ اس امر پر مبنی ہوتی  
ہیں کہ اطمینان کی وہ حالت بہتر ہو جو استعنا اور سیر وائی کے مراتب علیہ کمال  
ہو چکا ہو اور اسی خیال سے ہر ایک شخص جنی الوع اسے نہیں زیادہ حس  
حال مانے کی کوشش کرتا ہے۔ اور نظر طاهر وہ پہلے کی نسبت زیادہ حس حال  
ہی معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اگر دیکھا جائے کہ اس کی اندر دلی خواہشات اور آرزو  
کس قدر کمی ہوئی یا اس کے دلی اطمینان یا استعداد کے حاصل کرے ہیں کس قدر

نوٹ ہے اس کی خواہش اس کے ساتھ اس کی حب کہ وہ ردہ ہے کوئی نہ کوئی  
خواہش اس کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔ یہ ایسے کاموں پر توجہ و سام کر رہا ہے اور جو ہم  
ردہ ہے اس کا کام ہم ہیں ہر سدا

منورنی جانی ہے اندرونی پریشاں اور کالف زیادہ ہوتی جاتی ہیں۔  
 بات یہ ہے کہ اگر ان کی ظاہری ترقی کے ساتھ اس کی آرزوئیں ہی یا دن  
 نہ پھیلاتیں۔ نو ممکن نہا کہ کسی خاص حد تک پہنچ کر اس کو فراغت حاصل ہوتی۔  
 مگر خواہشات کا اہسانا تسلی سلسلہ ہے کہ مادیات اور فقر تارک الدعا اور مادیات  
 سب کو بکسان اسنے گہیرے میں لئے وہ سب کے ہنہ سارے ایسی سکندری کے  
 رعم میں لکھ تو دیا تھا کہ میں اگر سکندر ہوں تو خدا سے دلوں میں اس کو سونے کی عا  
 کر مگر مرتے دم تک کہیں ہی اس کو فیسے فکری نصیب نہ ہوتی جو دیو حاس کو مسرتی

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش میں شک

ہر شک میں مرے ارباب لیکن بہر بھی کم

موجود کی شادی ہو چکی تھی اور اب جاہے ہا کہ عمر ہر کے لئے دنیا بہر کے تفکرات سے  
 سخت ہو جاتا۔ کیونکہ اس سے پہلے رات دن یہی لولتا لگی ہوئی تھی اور وہ  
 خود کہنا تھا کہ اگر دنیا میں کوئی آرزو ہے تو سیاری جان آرا کی دلبر صورت کا  
 ارادہ نگارہ کرے کی تمنا ہے اور اس خواہش میں وہ اہواز عورت اور محو  
 تھا کہ اس کو کسی خوشی کی خوشی تھی اور نہ رنج کار بخ کیونکہ درو فراس نے ہر ایک  
 شہین کو دل سے مٹا دیا تھا۔ نکاح سے دوہن دن پہلے ایف۔ اسے۔ کاریر لست

نوٹ لے تہہ کورت دواں، میں ایک علمی حکم دو حاس مایہا۔ حکیم جامب آ، ادانہ ارے مرداد  
 زندگی بسر کرنا ہا۔ بہت ہی معمولی کہا ماکہا اور مرے پہلے کٹرے بیجا اور صرف اکٹھ اس پر سایہ کو بچا  
 ہی اور اسی ادنیٰ حالت میں رہی کہ سب دو حاس ملی کہلا ماکہا سب سکندر تہہ کورت میں گیا۔ تو اس کو رواج  
 کے بڑی بڑی حکیم و مدد رسار کما دیکر ایسے آئے مگر دو حاس ملی نہ آیا سکندر خود اس سے لے گیا۔ یہ حکم اس قسم  
 وہوب میں لٹا تھا کہ آدھوں کو اسی ماس تو دیکھ کر ڈراٹھ بننا۔ سکندر نے بہت اعلان سے اس کے ساتھ  
 کی اور کہا کہ آپ کوئی خدمت سے لڑاں فرمائیں اس حوالہ کہ آپ دریا ہو چوڑ کر کٹرے ہو جائیں بہت سے  
 سکندر کے رفقا وقفہ مار کر مسرتی سکندر اس کے ہمنام عس ہو گیا اور اس سے کہا کہ اگر مجھ کو بدلے سکندر نہ بنا ماکہا  
 تو اس سے دو حاس ہوئے گی ماکہا نگار در حصص ہندوئی (۱۵) احساس لے چکے۔

انکلا تو سب طالب علم سننے ہی ہر نہیں صاحب کی کوٹھی پر دوڑے گئے بعض نے  
تار کے دریچے کے رجاڑی خبر ننگائی اور دن بھر ڈاکا خانہ ہی کے گرد صدقہ  
ہوا کئے۔ یہ اس اندر سے کہ منہ سے گھر سے بھی مقدم ماہرہ نکالا صادق  
آکر کاہ بانی کا مزدہ ساما۔ تو ایسا چپ ہو رہا گو بادہ کسی رفیب کی کامیابی کی خبر  
ہتی نکاح کا ہوا تھا کہ یہ اس نے خیالات یکا یک اس طرح دکر گئے جیسے اساتذہ  
کا مینہ بڑے ہی ہسٹر بھشان زندہ ہو جاتی ہیں۔ اسٹریٹس کے امتحان سے  
ادھ۔ اسے۔ کے امتحان تک کارمانہ محبت کے نشہ میں گزرا اور اس دہس بن  
اُس سے یہ ہم ہی نہ جانا کہ صبح کدھر جونی ہے اور شام کہاں۔ ہمیں نوعی تعجب  
ہے کہ اُس نے امتحان پاس کیونکر کیا۔ مگر صبح یو جیسے نو بہ صاف کی سچی اور  
یہ عرض دوستی کا بیجہ ہے کہ وہ ہر وقت کہہ کر اسے پڑھائی کے طرف متوجہ  
رکھنا ہوا جو اس کے ساتھ محنت کرنا فتنہ کہانی کے طور پر مضامین اسے سناتا  
اور سوچو کہ بالاکا دہس نہا۔ ایک دفعہ کا دیکھا اسے ہمیشہ باور نہا تھا۔ اس میں  
سکا۔ ہمیں کہ اس طرح محمود کے ساتھ مضامین کے دہرائے اور سامنے سے  
صادق کو ہی بہت فائدہ ہو سکا۔ کیونکہ وہ مضامین ہر اس کے قبضہ میں آگئے  
صبح کہا ہے کہ کسی کے ماہر نیکی مراد ہیں جاتی ملکہ وہ خود اس کے مائدوں  
سے شمع ہوتا ہے۔ **لَا تَدْرُکُ لَکَ الْفَایِدَۃُ اِلَّا بِکَ عَایِدَۃ۔**  
چونہی اوہیں ماہر پہلے چالے کا دہا کہ کوئی سوایہروں چڑھتے ڈاکہ ہے  
اکہ موٹا امھاٹ میر۔ کے ماہر من دما کہولا نو پیا بگوینٹ گزٹ تھا  
پاس ہوئے کی جس سے معلوم ہے ہی جکی ہی گزٹ کا دما تھا کہ اسے خیال  
کہ مر اس میں اس شاہ طالب علموں کے نام اور ممبر مندرج ہوں گے۔ اگر آج

اچھا ہے۔ اس کی مراد اس۔ جتنا کہ مکہ اس کا فائدہ نہری طرف

۶۔ اسے ۱۰۔ ۱۱۔

سے پانچ چہ روز پہلے یہ گزٹ محدود کو دیا گیا ہونا تو اس نے فوراً اسے  
طساق بین یا مسریہ سے بہرہ وائی سے ڈال دیا ہوتا اور صادق ہی اسے  
کہہ دیتا تو کہہ دیتا مگر اسے گزٹ کے دیکھنے سے یہ وہی بقراری و اضطراب  
شروع ہوا جیسا کہ موماطاس علون کو اسے موصون پر ہوتا ہے۔ اور خود کو  
ایک زمانہ بین جہاں آرا کا خط دیکھ کر ہوا تھا۔ ایسی خبروں کی نفاذ و معلوم  
کرنے کا اسے ایسا شوق تھا کہ اس کے اس سے اس صفحہ پر نہایت ہی  
جلدی جلدی نظر دڑا رہا تھا گاتے سارے ناموں میں ایک نام کا ایک ایک  
ہی تیا لگتا ذرا شکل ہے اس کا رنگ ذرا فراتر ہوئے لگا اور چہرہ یہ ہو گیا  
سی چوٹنے لگن او سے نبال آما کہ کہیں صادق نے میرا دل تو نہیں رکھا تھا  
مگر وہ تو دروغ گو آدمی نہیں۔ کہا وہ میں جانتا تھا کہ آخر مجھ سے کب تک  
چسب سکتا ہے۔ اور ایک دفعہ یاس ہوئے کی سرسبز فصل ہونا کبار خ  
وہ ہو گا۔ غلطی سے کسی نے تار میں میرا نام تو نہیں بھجوا دیا۔ گتیار وسیع  
والے کو یہ کیا خبر تھی کہ میں نے بھی امتحان دیا ہے۔ سینٹ ہال میں نو مشر  
ہاں نہ مامون کی ہر آہ بزان کی حافی ہے۔ ضرور میرا نام غلطی سے  
چھنار لگا۔ مگر یہ بھی خلاف ہے۔ گزٹ کے جھننے میں ہر شے نہایت صحت  
کا خیال رکھا جاتا ہے۔ او۔ ابے موفون سر تو خود تھا۔ اہلو! ہاری لال  
باس ہو گیا۔ کہا بن اں۔ ہی گیا گزرا ہوا۔ مگر یہ لو تھر ڈو پیر بن  
پاس ہو اسے۔ میرا نام سرسبز (اول) ہو گا۔ از سر نو ہر سٹ دیکھنی  
شروع کی۔ رام چندر گورنٹس کالج لاہور۔ اول مولوی عبد الجبار بلوچ  
سٹوڈنٹ مرلی دوم۔ (دولت) اس۔ اسٹوٹ سے عرب سری کی دہر نظر

۱۰ درجہ سوم۔

۱۱ حوالہ کسی درجہ سے امتحان۔ دس مکہ جاگی طور پر مسلم اگر ترمیم ہوں۔

آگے دوڑائی ( فرسٹ ڈیویژن میں تو سرائی نام ہے نہیں ضرور دویم (سیکنڈ) میں ہوگا۔ (دگر دس بلا کر) کوئی نہیں ایک دفعہ ہی چونک کر الحمد للہ موجود ہونا گزٹ میں اپنا نام دیکھ کر محمود کو فستق ہوئی۔ اور طبیب کا اضطراب بھی جاتا رہا۔ ایک منٹ سے کچھ زیادہ اس کے چہرہ سے ایک غیر معمولی مسرت ظاہر رہی جو عمر بھر میں یا تو قاصی جی کے سامنے تھی یا آج یا شا بد کہی اور بھی ہو مگر ہیں تو کچھ چچی طرح یاد ہن پڑ ما۔ پہر اتنے ہی میں کچھ۔ انقباض اور افسردگی کے آثار نمودار ہوئے گئے۔ اُس نے گزٹ ہاتھ سے مہر پر رکھ دیا۔ اور جو کرسی سے پیٹ لگا کر پیچھے کی طرف جھک گیا۔ بخوڑی دوسرے کے بعد بہر گزٹ ہاتھ میں اٹھایا۔ اور بھوڑا سا سرسری نظر سے دیکھ کر ہر رکھ دیا۔ اور کچھ دل ہی دل میں سوچنے لگا۔ شاید آج مک میں نے اسی ذلت۔ کوئی امتحان ماس نہیں کیا جس کا کہ بہ۔ انٹرنس میں میں صلح میں اول رہا۔ عربی سکول سے مجھے ایک تقری فی نمونہ اور پستیش کر پیہ انعام ملا۔ ٹڈل میں بھی مہرے سرسب سے زیادہ مجھے اور اگر اُس سال میں ہمارے پڑتا تو ضرور یونیورسٹی میں اول رہتا۔ ایک موقعہ پر جب صاحب السیکرٹری اس سکول کا معائنہ کر رہے تھے تو میری لیاقت سے خوش ہو کر انہوں نے مجھے رشکٹ اہل جٹلس کھا تھا ہڈا سٹر مجھے ایسا چاہے تھے کہ میں خال میں کر سکتا کہ کسی استاد کو ایسے سنا کر دے ایسی محنت ہو یوں تو وہ مدرسہ ہر برہان فدا کرتے ہیں بلکہ میں کہ سکتا ہوں کہ کسی اور مدرسہ کے طالب علم کو اپنے ہڈا سٹر سے ماسٹر تھاک الدین صاحب جسے مرثیانہ مفتون کا فخر عیشیہ نوٹ لے سرور و سعید تھیں۔

۱۵۵ حاجہ تھاب الدین صاحب عربی لائی سکول دہلی کے ہڈا سٹر ہیں۔ اس تہہ کے تہریہ اور خاندانی آدمی ہیں۔ در کے بچوں سے ایسے بچے زیادہ مست اور شغف کرتے ہیں خصوصاً اپنے ساگر ووں کے ساتھ ماکل رگراہ اور برتا رہتا اور کہتے ہیں مدرسہ چوڑے کے ہی اہل کے اطلاق اور شغف میں وہ ہیں آتا مگر رہتا اور ہی راہ و دسا۔ ہوا عالم ہے۔ صرف اہل کی جس سی کا یہ ہے کہ یہ یورپی سکول۔ اسکاں سے بچا ایسے عمدہ رہتے ہیں۔ اور مدرسہ میں ملحق تعلیم روراءوں ترقی ہے میں اولیٰ مدارکوں کو نہیں ہوں سکتا

بھی نصیب ہیں مگر مجھے تو اپنے بچوں کے راز پر چاہتے تھے۔ اون کی نصیحتیں مجھے آج تک یاد ہیں اور عمر بہرہ ور ہیں گے۔ افسوس میں اس عرصہ میں ایک دن کو ہی اون سے جاکر ہمیں ملا۔ مگر اب تو مجھے کہیں صورت دکھانے کو ہی جگہ نہیں۔ میں تو ایسے سروں میں تھا ہوا نابل ہوئے کے برابر سمجھتا ہوں (ذرا جوتک کر) لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ یہ ہم نے کہا تھا اس کے بہت سے کہ خداوند تعالیٰ کے ایک العام کے عیوض محرومی کو زیادہ پسند کرتا ہوں۔ نہ وہ بہت سے کہیں ہی ذلیل ہوں مگر میں اس سے بڑے سے لو بہتر۔ اور بدرجہا بہتر ہیں اب اگر کسی کو مشکل دکھائے کی جگہ نہیں تو جب ڈوب مرنے کا موقع تھا۔ اور اب ہی سکر ہے میں تھر ڈو ویتوں سے تو اوپر ہوں مگر کس حاکم اگر دس ہزار اور نہوتے تو وہ ہیں تھا۔ عموماً سے زیادہ مبروں میں باس ہوئے ہیں میں کہہ سکتا ہوں کہ میں جیت الجھو مجھ میں اون سے کہیں زیادہ استعداد ہے۔ اگلے سال کاغذ ہی میں جبل اٹلینس کا متی لکھا سخت ہوا تھا۔ مگر میں سب سے اول رہا۔ بلکہ میرے سروں کا ٹوٹل ہر ڈو ویت کے بھی صرف دو طالب علموں سے کم تھا۔ جن میں سے امیر خند کے سر تو پانچ باسات ہی زیادہ تھے البتہ آفاغن کے ممبر بہت زیادہ تھے اس نے شاید سیکھیں ممبر محمد سے زیادہ حاصل کئے نہیں نہیں ہی نوٹے۔

محمود کا سلسلہ خیالات منقطع نہ ہوا تھا۔ گایا سے کا دروازہ کھلا اور سادق ناصر۔ حامد۔ تینوں ہاتھ میں ہاتھ ڈالے باس کرتے اندر داخل ہوئے ان کے لئے پیچھے ممکن نہ تھا کہ محمود اس خیال میں غلطان و پڑجائ رہ سکتا۔ اون نے منظر پر سے گزرت اٹھا با اور صادق کے ہاتھ میں دبا۔

صادق ابا اگر ٹ آگیا ہمیں تو پہلے ہی اس نے ممبر معلوم ہو چکے تھے  
محمد سود بہت عمد حق خوب باس ہوا اس کی زبانت کم اُسڈ تھی۔

(نقشہ جامعہ ص ۲۲) کہ اب اس کی نصیحت سے بہت مدد ہو ماہا اور سب سے سکول کالج کے مدرسوں کی باطلاتی دیکھ کر اعلیٰ اسکول کی اور ہی تدریسی ہوئی۔ سہ درجہ سیرم سہ عموماً کاغذ کی تعلیم کا تیس سال سے لی۔ اے کی پہلی جامعہ۔

ٹرے باس ماصرے لفظ ٹرے۔ اس فرسے سے کیا کہ سب ہنس پڑے۔

حامد

آج سٹر صادق جلسہ کرتے والے ہیں۔

محمود

صلاح کو مجھے ہی کرتے تھے معلوم نہیں کیا اسے قائم کیا  
اب جو مات سنہ سے کہہ دی ہے پھرین کے تھوڑا ہی۔

ناصر

(حامد کی طرف دیکھ کر) خوب بے یار کی اثرائی۔

صادق

لو اور سنا ابھی سے ڈرل گئے۔ فوراً میری طرف دیکھنا۔

محمود

ہئے۔ مجھے نوچوٹا مارت کرو۔

ناصر

ارے میاں اب پس و پیش کیا سوچ رہے ہو۔ درکار جبہ

حامد

حاجت ایسیج استہارہ نمٹ۔

کارجر پر ہر رے رورے تھقہ اڑا با۔

صادق

مشرعوں سے بہہ حکا حوب، لگا دبا۔

حامد

ہاں وہی آ۔ اس لوکان میں گوج رہی ہیں۔ بچھے تو

مولوی الطاف حسین صاحب خالی کی غزل سپ سے زیادہ پسند آئی۔ کس فرسے

لوٹ لے مقررہ حساب معلوم۔

سے خالی تخلص مولوی الطاف حسن صاحب کا ہے۔ تھرمائی ت کو آس کی لادت سے

صرف ہے گمراہ اہل عمر سے دہلی ہی میں رہے ہیں معلوم مائی۔ اور اب دہلی کے حال

یہ اہل دہلی سے زیادہ لوح و حواں ہیں۔ راعی میں مالک مرحوم کے شاگرد ہیں رامہ کارنگ

دلدادہ کہہ کر ایسی ساعی کارنگ ہی بدل دیا اور کلام کو سحر دہشت کے حوسمار گتے لگا۔

سچی اور یرود دل کی ماصرے کلام میں درد بہت ہے خصوصاً اسلام کی تباہی اور کردی کے

مصابہاں حوں رلاتے ہیں۔ لاکھ کو اسر محال میں ادوں کی ربانی نظم۔ سے کا الحاق ہوا ہے۔ موت

اور اور لہجہ ہے سڑی ہاس میں اور تھہ کہتے ہیں اور آج کل ۱۳۱۷ء لکھ و مالک کے دسوی

مام کردا ہے سے دس سردار ہو گئے ہیں۔ رر آما کے حسب اور نساء سے دما کے لکرا ہے



کائے تھے۔

ہے بھوکہ خوب ہے خوب کھان اب ٹہیرتی ہے دیکھتے جا کر نظر کھان  
صادق آوار تو مہاری بھی اُس سے کم نہیں۔

یہ وہ اسی لو کھانا دہری ہے گر بھر بھی ایتھی ہے اور بہت ایتھی ہے۔  
حامد جی ہاں گر سامعین کا لون میں انگلیاں دے لیتے ہیں اتنی بات تو  
ضرور ہے۔

محمود بیہودہ ہو۔ غم اسے کس فرسی کہتے ہو اور میں کفرانِ نعمت سمجھتا  
لہذا اس نے خوشی کوئی خاص صفت عطا فرمائی ہے تو تم اس کا شکریہ ادا کرے کے سب کا  
نظر حقارت سے دیکھتے ہو۔

ناصر تنہ کسی مولوی کا چوٹا تو نہیں کہا یا کہ در کسی سے مارا ص ہوئے  
اور جہٹ کھر کا فتویٰ لگایا۔

صادق (دعا ہے) اس وقت تو جی ماہا ہے کہ تم ہی اس غل کو سداؤ۔  
حامد بایں لو کہا اب تم یہہ ہی چاہے ہو کہ ہائی مجھو دایے مقوسے پر  
مہر ہی کر لائیں۔

صادق اچی ساؤ بھی سداؤ

حامد

ہے بھوکہ عورت ہے خوش کھان۔ اب ٹہرتی ہے دیکھتے جا کر نظر کھان  
ہن ۱۰ ور عام اتل لب میں خودی سے دور ہوتی ہے آج دیکھتے ہمسکو سحر کھان  
یارب اس احتلاط کا اسام ہوئے تھا اس کو ہم سے رنط لگر اس تدر کھان  
اک عمر چاہئے کہ گوارا ہویش عشق رکھتی ہے آج لرب زحیم حکر کھان  
س ہوچکا مان کل ور ج۔ ۱۰ کا۔ خطا کامرے حواسے اسے ماہہ رکھان

ذکر حاتمہ صفحہ ۲۸، عالمی دی، اس نوم کی عدائی سے عراق، بکول کی ملازمت ہو کر روم کی خدمت چلی  
کی۔ رانم کو آستہ تریب تلمذ حاصل ہے۔

ہم جبہ مر رہے ہیں وہ بات ہی کچھ اور۔ عالم میں نہجیہ۔ لاکھ تہی تو مگر کھسکان۔  
 ہوتی ہیں قبول دعا نرک عشق کی دل چاہتا نہ ہو تو زباں میں اس رکھاں  
 حالی نشاط نمہ دے ڈھونڈتے ہوا ب آئے ہو وقت صبح رہے رات بہر کھاں  
 ناصر ہیکہ تمہاری آواز بہت اچھی ہے۔  
 صادق کما کھائیں گے۔

صادق بے حجاب تہ سے پہلے فقرہ کہا۔ تو حامد کی قدر پہنچا اور اس پر سب ہنس دئے مگر  
 محمود سکڑا کر ہی چپکا ہو رہا۔

صادق محمود کی طرف دیکھ کر کما کوئی یا آ رہا ہے۔  
 ناصر تم کو صبر تو ہے ہیں آج یہ سسرال کی پانوں میں آگئی۔  
 حدیث گار حضور کھا حاضر ہے۔  
 محمود اوّل طعام بعدہ کلام۔

## باب سو ویم

آگست خوبرو و نسا گوشن، نصیب بے کوتاہ وارہ خانم فروزہ ساہبہ بہت  
 شام کے چہرہ بچ جگے ہیں کچھ سہانا وقت ہے ٹھنڈی ہوا کے ہو سکے  
 شمالی، روارہ سے داخل ہو کر دل پر ایک عجیب کیفیت پیدا کر رہے ہیں اور  
 اپنے ہمراہ کسی کے گرم گرم سانس لیکر مغربی دروازہ سے نکل جاتے ہیں۔ افق  
 شمال سے کاسے کاسے بادلوں کی گٹھا بنیں نہایت جوش و خروش کے ساتھ اٹھ  
 اٹھ کر سمت الزاں کی طرف اٹھ ہی چلی آئی ہیں اور جمع ہوئے نہ جانے ہیں۔ ان کی

نقوش سنہ ستادی کے لکھنؤ کے الدین اور سب کے اقرا وہ لہا وہ ہیں لڑائی گو کہ ملاو عوت  
 کر لے۔ ورم دھاکے موجہ اسلامی دیوہ دسار، اسے حالاً یکسہاں جموا لائی، عوس مرہ لہد  
 آخری جا مارن فی۔ نما۔ ہکھ اھا کھو لہتہ اور اس کے ر دار سیدہ لہتہ دل تھادیو

سرمنی اور کس قدر سیاہی مائل دو دو بہائی رنگہ ہیں ہلکی ہلکی بجلی عجب انداز کے ساتھ  
 ولفسز ہی سے چمکنی آرہی ہے۔ سچا سچا برنگہ و نواح کے ہر سے ہر سے جنگلون اور  
 مانغون سے چمک کر بسیر۔ سے کی فک ہیں ٹری تپہ ہی سے فضا۔ سے آمان سرانے  
 موئے نظر آرہے ہیں اور بعضوں کی پہچانی ہوتی پرواز اور انواع و شام  
 کے رنگستہ ان امر پہا۔ نے ہوئے آمان پر اور ہی جو ہیں سر سے لگا ہے اب  
 کچھ اکا دکھا بند ہی پڑے لگی اور میں سے کبھی رشتہ اختیار کر لی ہے  
 مارا و ن میں لوگوں کی رفتار میں ایک غیر معمولی سرعت پیدا ہو گئی ہے اور  
 ہر شخص جلدی سے گھر پہنچنے کی نکتہ بین تمام بڑھانے چلا جا رہا ہے۔ اس قوت  
 آسمان وز میں کی یکساں کھینچا ہے وہاں پر ندوں کی وہ حالت اور لوگوں کی  
 یہ صورت

اس المافانہ پر دیکھنے کو چھوڑ دو اور اوں کی ساری بی بی جہاں ادا  
 بیٹے۔ بیٹے بات کر رہے ہیں محمود ایک عورتیں اور اوس ہر سہاہ ایک کی کٹا  
 پہنے ایک ہانگ سے ہیٹ لگائے کینڈریر پھیلائے ہوئے تھا ہے۔ شرکش کب  
 ہیٹ کے پیچھے یا گ پر رکھی ہوئی ہے۔ اور سامنے کوئی بیڑانی لٹک رہی ہے  
 ان کے قدم پر ہی جان آ رہی گیم ایہ اور انے پیا۔ سے شوہر کے واسطے یا ہی  
 ان۔ سے گہواراں سامنے کھلا رکھا ہے اور نہ سب کی لٹس کی لٹس آرہی ہیں  
 جلو میں آئینہ فرش پر پڑا ہے اور تھوڑی دور پر گھنے کا صدوقہ کھلا دھرا ہے  
 جس میں فیہی گھنے ہیں۔

نسلم سے اوس کی اور جاہل عورتوں کے خیالات میں بڑا فرق پیدا کر دیا  
 ہوا اور اس سب سے زور کی ف و فست اوس کی نظر سے گر گئی ہی اوس کا

لوٹ لے سٹر مسیحی بے رافم کو ایک خط میں یہ میں لکھا ہاں میں۔ اوں کی ناگوار  
 کے طور پر بھان جیساں کر دیا۔

حال تھا کہ روسیہ رپور کی صورت میں نہ تو آسائش پہنچا سکتا ہے اور نہ اراپتی ہی دی  
سکتا ہے۔ بلکہ اس کی بدلے جان و مال کے نقصان کا سبب ہے۔ اس سبب سے  
وہ گھنا کر کہتا ہی نہیں چاہتے تھے رفہہ سلیم نے اس خیال سے کہ مساد لوگ طعن کر رہے  
اد سے ہماری ہماری رقبہں بھی دی تھیں۔ اور یوں تو کونسا گھنا نہیں جو اس کے پاس  
نہ ہو مگر وہ سب صدد و فحہ ہی میں رہے اس وقت اس کے کانوں میں بالباں دو  
دو حڑاؤ بیٹھ اور سکلیان تھیں۔ ہاتھوں میں نہیں نہیں طصلائی جوڑ بان اور دو  
دو انگوٹھان گٹھے میں گلو بند اور پیروں میں صرف جامدی کے پیچھے۔ اور یہی گھنا  
تھا کہ وہ ہر وقت پہننے رہا کرتے تھے اور کہیں آسے جانے ہی تو اس نے کہی  
اس سے زیادہ ہنس پھندا۔ مگر اس کا لباس ہمیشہ ٹڑے بانگہیں کا ہونا تھا۔ اور اگرچہ  
گوٹھا کناری کی پیرا اس میں نہ تھی مگر اس دلفریب جس کو لے اٹھنے کی اس میں  
اُن ہماری ہماری حڑوں سے زیادہ قوت نہ تھی جو اس نے اصلی بہار اور خوبصورتی  
کو گو کہرو اور ٹہٹہ کی مدر کر دیتے ہیں۔

اس سے ایک دلرمانہ انداز سے پان نانا۔ اور مھمہو د کو دیکر سنگھار دین  
مندر کرنے لگی کہ اس سے آئینہ اٹھا با۔ اور ہوڑی ویر نکال بال سنوارنے کی غرض سے  
آئینہ دیکھتی رہی۔

مھمہو د خدا کا ہے ہم آراہن کر گئی قتل کس کس کو۔

طلب ہوتا ہے سارے آئینہ کو یاد کرنے ہیں۔

جہاں آ۔ ا (دور اسکر اتے ہوئے اور یچی لڑ کر کے) اس نہہاری لوہی مائیں  
علی مائی ہیں۔

مھمہو د آئینہ دیکھ رہے ہو اور ہر مہری مات کا لہیں نہیں آتا۔

جہاں آ۔ اسے آئینہ اندر رکھ سنگھار داں بند کروا۔ اور صدد و فحہ قتل گنا  
کے لئے ایسی طرف گھسنا۔

مھمہو د ہم دھماکوں ہمیں بھنا کرتیں۔

جہاں آرا مہرا تو زیادہ کہے سے جی گہرا نا ہے۔ شاہ اش ہے اُن لوگوں کو جو مانگے کا پین پین کر آتے ہن۔

محمود شاہ وہ گھٹنا چسکنا زیادہ خوبصورت معلوم ہونے ہونگے۔

جہاں آرا یہہ بان تو ہم سے زیادہ ہن خوب حاسنی ہون۔ جو شخص فی حقیقتہ

خوبصورت ہے۔ وہ تو لوگوں کی آنکھوں میں خواہ گھٹنا چسکنا یا نہ چسکنا جھٹلا معلوم ہوگا اور بد صورت ہے نہ ایک گھٹنا کا ہزار گھٹے ہیں تو شکل تو بدلتی ہی نہیں۔ آخر

اس ہندو سائ کے علاوہ دنیا میں اور لوگ بھی تو بستے ہیں آسن کہا جن و حال نہیں

مانو لہو۔ تی کی سمر ہیں۔ مگر یہ بوری ہے کی ٹھیکار کسی قوم میں نہیں۔ مہکو مادہ ہے

کہ جس دلوں میں مس دور مجھے پڑا ہے آئی تھیں۔ تو نہ کی عورتیں نک اوں کو

دیکھنے کی خاطر ہمارے ہاں آیا کرتی تھیں اور واقعی عداسے اوں کو جس ہی لاکھوں

میں اتنا محبت دیا تھا۔ میں تو بھی جبران ہوں کہ جب ہم عورتیں اوں کو اتنا ایسا

کہہ لی ہیں نو۔ مرد لو۔ کوں۔ مرہ تے۔ ہوں گے مگر میں نے کہی اوں کے

ہا ہ میں ایک چاندی کا چٹا ہی ہیں دیکھا اور بہراؤں کے ہاتھ اسے چلے معلوم

ہوئے تھے کہ انساں دیکھا کرے۔ سجدی سے کہا اچھا کہا ہے۔

اگرے جو برو و ناگو تیں دلہریا

بے گوتہ وارہ عا تم فہر ورتہ ماہرین

بہائی تدبیر۔ کہہ ماہ میں سیکڑوں ہی عورتیں آئی تھیں۔ مگر جو خوبصورت تھیں

اوں کو ہی گھٹا ہی اچھا معلوم ہونا تھا۔ ایک مودی زرا جا بے کون نہیں۔ سیانہ

بد شکل۔ بے ڈھنگی۔ پر گھٹنے میں لہری ہوئیں۔ خدا ہو چلا۔ ملو اسے نو سیروں

ہی چاندی سو ما اویر لدا ہوا تھا۔ کیڑے ہی زرفی برقی مگر وہ کپڑا اور گھٹا

ان یہہ ما معلوم ہوتا تھا جو مردو شاہد مجلس ہر من اوں تانی کاہ تھا۔ لیکن اگر

وہ جو مردوں کے ماتھے سے امار کر فرشت پر دم دیا جاتا۔ تو ٹرا ہی خوشما

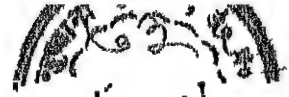
معلوم ہونا۔ انہوں نے غصہ یہہ کہا کہ حسب ہا سے۔ چلیے لگیں تو مسی بگی

نواؤں کو دیکھ دیکھ کر بیٹھی کے مار سے لڑتی جانی تھی۔

ایک اور ہوی خالد اور دو بیٹہ اور ہر آئی تہرا۔ کہہ کر انہی کہ ہاں لگائے  
سے بیٹھی جاتی ہی۔ اور اؤں کا، م سہا جاتا تھا۔ جبہ، اور سا ہی انہی ان کا خیال ہوا  
نواؤں کو کہہ کر آئی نہیں۔ ایک ایک۔ یہ ان کا کہہ پھرتی ہیں۔ یہ تہرا  
دلہن کو دیکھتے گئیں اور وہ لوہہ ہر گنگر دل نہ مانو یہ ہی جلس اسدا والاں کے  
ستوں سے لگی کٹری ہیں اور آگے، رہا ہے نہیں۔ اور ٹہری کیا نہ۔ یہ ہاں  
اب ہٹ لگ رہی تھی۔ اور حضوراں۔ کہہ ڈو۔ سا۔ سا ناں ہوا آگے اور تہرا  
کھا ہی کہ آؤ لو اہم بھی دلہن کو دیکھو مگر یہ مانا کہہ کر۔ ہاں۔ میں۔ یہ  
دل میں کھا کہ افسوس ان کا ناں ال کہ آرا رہا۔ یہ ہاں۔ یہ

ہ۔ سری۔ ہی۔ دھہ اناں ہاں۔ یہ ہاں۔ یہ لگا کہ بہر تو  
ایک قدم پہاں ہے ایک وہاں تم ذرا لڑکی۔ یہ ماس۔ یہ رہا۔ یہ ساری میں  
بہت مروت کے آدمی اور عے چاہی ہی نہ۔ یہ ہاں۔ یہ ہاں۔ یہ ہاں  
لگی رہیں۔ اکثر دو دو چار چار آدمی بھی سرے یاں۔ یہ ہاں۔ یہ ہاں  
نئے ہی مجھے۔ جوڑا معرے کے دو۔ یہ ہاں۔ یہ ہاں۔ یہ ہاں  
اور میں اور وہ ایک سیلی۔ بکا مات اں کا۔ یہ ہاں۔ یہ ہاں۔ یہ ہاں  
جلد میں۔ مگر یہ ہاں آبا کہ انا ہاں، کہہ لیں گی نور ا میں گی کہ اسی وقت  
ایکلا جوڑا نہ تھا۔ وہ سرے پاس آؤ شہیں گے۔ یہ ہاں، اور ہر مو گراں۔

اتنے میں دن کے ہاں کی مادہ کہانی دی، یہ ہاں۔ یہ ہاں۔ یہ ہاں  
میں کہا کہ میرے کان سے شہ گہر ہوا وہ پہاں کا ہاں۔ یہ ہاں۔ یہ ہاں  
ہیں کہیں۔ جلد ہی سے ڈو نہ مگر نہ ہر کسی کو صر نہ یہ وہ میں مانے گے  
تو انیے ساں سے جا گئیں گی مجھے لو اس وقت ہول آ رہے ہیں۔  
خدا خیر کہے یا اللہ مل جائے تو یہ شاہ نصیر اللہ ہیں کی ہاں د لو اؤں



محمود  
جہاں آرا  
اگر ایسی ہی غریب ہوتی تو مانگے گا جس کیوں آئیں۔  
ہماری سوسائٹی کا تو کچھ ایسا ہڈر اگٹھ اس ہے کہ جو باتیں شرم کی  
ہیں ان کی لو کیوں پر واہ نہیں۔ اور خواہ مخواہ کی رسمیں اور فیو نکال رکھتے  
ہیں۔ کہ ان کا کہیں ٹھکانا نہیں۔ نہ خدا کا حکم نہ رسول کا۔ نہ عقل کا اور  
نہ کسی مذہب قوم کا بلکہ اکثر تو گناہ ہیں۔

محمود  
جہاں آرا  
گھسا جھننا تو مسلمانوں نے ہندؤں سے سیکھا ہے۔  
شکل تو یہ ہے کہ اب سب کو اس شوق چرایا ہے کہ امیر  
یا غریب گھر کا دوا لہ ہی کیوں نہ نکلا ہوا ہو مگر گنا ضرور ہو۔ ورنہ ہمیشہ ملین  
ناک کٹتی ہے سو مصروفی بد صورتی کو ہی جانے دو جس کو مقدور ہو وہی پہننے  
مگر چاہے فاقہ کریں سنار کا گھر ضرور بہرس۔

محمود  
رسم و رواج کے پیچھے یہاں جاں دیتے ہیں بعض بعض  
مور تو ان کے کان نوین نے ہی دیکھے کہ بوجہ نہ ہمارے اور کہہ کہ ٹاگتی  
مگر بھر چہد وائے بہ اوں کی ہمت ہے۔

جہاں آرا  
یہ ابی ماسہ ہے جہاں کہاریاں اسینے بدن کو گود کو دکر  
جالور وں کی شکلیں ناسبتہ ہیں۔ کہا ادنا کو نکلتے۔ نہ معلوم ہوتی ہوگی  
مگر اوں کو وہ ایسا اچھا معلوم ہوتا ہے کہ ساری کلیفیں سرد شست کرتی  
ہیں۔ ایسا ہی گھسا جھننا ہے کہ ماٹ ٹاگتی ہے اب وہ اوں کی نظروں  
میں اچھا معلوم ہوتا ہے اگر ایک عرصہ تک مھسا چوڑ دس تو پھر یہ  
گھٹے ہی اسے معلوم ہوئے لگن۔

محمود  
خفتہ لو یہ ہے۔ کہ ہرنا جاہل اگر علم ہو تو اسی ایسی باہیں  
خود سوچنے لگیں اب لو فہم ہا ہے۔ ہے ہی۔ ہے وہ اسے ہیں اسے تک

انگریزوں نے وحتر کشی اور سنی کا توڑا تسلیم کیا۔  
میں تو حوش ہوتی اگر تازہ مار یور کی بھی ممانعت ہو جانی۔

یہاں آرا  
 یہاں سی حال ہے کہ عیب کو بہر سمجھتے ہیں۔ جو امانت نگار  
 ہیں کہ جا بیان ہیں۔ کہ ملنے مٹنے والوں میں ماکڑ ہے۔ ان کی کہا خاک  
 رہ جاتی ہوگی اگر ان سے ایک کو ہی بہر معلوم ہو گیا کہ بہر انکا بہر بن بلکہ  
 مانگے گا ہے۔ اندر بخنے نامی اتان ایک حکایت بیان کیا کرنی ہیں۔ کہ ایک  
 بیوی کسی کی چنیا کلی مانگے کی بہن کر گئیں انفاں سے جنہوں سے وہ دے  
 تھے ان کو ہی وہیں جا رہا۔ مروت کے مارے اوس وقت کو وہ  
 کر کم و صلی سے اتنا نہ ہو سکا کہ وہ بہر بہر چاہیں کہ بہر مری چنیا کلی ہے  
 جس کا کہنا کہ اسے شہ پہ لو اوں سے مخاطب ہو کر کہنے کہا ہیں کہ بہر



اور اچھٹا ناولہ کہا تا میرے چٹا کلی کا دور ابودا ہے کہین ٹوٹ نہ جائے لہ

## باب چہارم

بہ آہے بستہ ام شیرازہ الفت جہانے را  
خوار سیوہ بینان سے دوام ریشہ دروہا  
گلغذار نازمین اور نونہال حامد کے لئے آجکل موسم بہار ہے حودن آتا ہے وہ  
نوجوہ حسیبہ کے حسن کو زیادہ اور زباوہ کمال کی حالت میں دیکھتا ہے۔ اور مشاہدہ  
قدرت نہایت اقصیا کرتی ہے کہ خط و حال کی درستی میں کہین کوئی نکتہ چوک  
نہ جائے۔ اوس کا خوشنما اور باحیا چہرہ کنول کے پھول کی طرح کھلا رہتا ہے۔  
اور ہر ایک بات پر ایک سادہ اور دلنریب مسکراہٹ اوس کی خوش خلقی  
اور یک طبعی کا ثبوت دیتی ہے اوس کی آنکھیں اگرچہ باحیا ہیں مگر جب وہ ایک خاص  
۱۰۱ کے ساتھ لمحہ کے لمحہ اور نظر کر کے جھکا لیتی ہے تو ادھر تو کمان ابرو و ول وجہ کر کو  
نشانہ بناتی ہے ادھر شرم عصب کی جلیان گراتا ہے جس طرح ایریل کے شروع میں  
بھلوارے کی کثرت ہوتی ہے اس طرح چودھویں سال کے شروع میں خوبصورت  
لڑکی کے حسن کو نرتی آتی ہے

عصب کے دل میں مراد و نہہین وہ آئے ہوئے

اڑائے پہرنا ہے حیرن برائی منائے ہوئے

اس لڑکی کی ماں کشمیری اور وارہ ابی حامد ادین رہتی ہیں جس کی آمدنی انہی مقول  
تھی کہ اسے یہ عہد کے مرنے کے بعد اور لاکھ کو کہی اپنی جھوٹی بیتم لڑکی کی پرورش میں  
ص کی عمر اس وقت صرف چھ سال کی تھی مگر وہیں واقع ہوئی۔ ان کا اور حامد کا

نوٹ لے خدا جس رکھ رکھ مولوی طلیح صاحب نے (دورہ ڈاکٹر میں مدرس ماری اور  
میرے تمام حدرا باد کے راہ میں ہامیت ۱۱۰ ستہ اور سایہ فرما ہے) یہ جھکاتے تھے تو فرما کہ ان سوچی  
یہ حامد یا کہ لڑکے کا سال ہی لڑکے کا سال ہے کہ چٹا لڑکے سے کون کر ڈال رکھی ہے۔

کوئی رشتہ نہ تھا کہ خدا معفرت کرے فاطمہ بیگم (حامد کی والدہ) نے اون کو  
 ہنس بنا لیا تھا اور اس خوبی سے انہوں نے اس بہنا پے کو بہنا ہاک آج حقیقی بہنوں  
 بہن اتنا ملاپ نہ ہوگا۔ ایک کے دکھ درد کی دوسرے کو تاب نہ تھی۔ ہمے تو سنا  
 حسین کہ فاطمہ بیگم نے کہی کوئی کام اون کے لئے صلاح و دستورہ کیا ہو۔ ذرا اسی بات  
 ہوئی اور جھٹ بلا بھیا۔ محمود اور حامد جھٹھنے ہی سے اون کے ہاں حاتے تھے۔ اور وہ  
 آپر دم چڑھ کر تھیں۔ نار میں کے بارہ میں بہتر لوگوں۔ نے کہا کہ اب ماشار اللہ  
 لڑکی سالی ہو لی حالی ہے اسے چیاننا چاہئے۔ مگر انہوں نے ہمیشہ ہی جواب دیا کہ  
 اگر ہں انہی حقیقی بہن کی اولاد سے چہاؤں تو اس سے ہی پر وہ کروں۔ مجھے بہرہ  
 لڑکے اپنی لڑکی سے کچھ کم پیارے نمودار ہی ہں؟ ان ہی بچاری کا قدم پیچ  
 میں ہا جو ہاں محمود کو چان آرا مل بھی گئیں ورنہ ادھر کی دنیا ادھر ہو حاتی فاطمہ بیگم  
 تو نواب ذوالفقار علی کے ہاں سے منگنی چٹائے والی تھیں نہیں اور پرانی بڑھیاں  
 نو اتہک بھی کہتی ہں کہ اسی کا نتیجہ ہے کہ بیٹے کے سہرہ دیکھنے کی آرزو دل کی دل ہی  
 اس لئے گئیں۔ آج منگنی جھوٹی میں دن بعد بچاری حاصی اپنی بھلی جگہ دو گھنٹہ کے درمیان  
 چٹا بیٹ ہو گئیں اس کھڑی کا گڈ اور داٹھا تھا کہ بہر دم ہی لیکر نکلا۔

فاطمہ بیگم میں تو سیدنا النساء بیگم کو سب رچ ہوا۔ جب تک اون کی قبر پر پھول نہ  
 بھراؤں۔ وہ دھچکول سو گیتے تک نہ تھیں۔ کسی فعل کا مسوہ ہو جب تک ہں کے نام کا  
 سہی۔ میں نہ بھولا لیتا۔ چکما تک حرام ہا۔ اگرچہ فاطمہ بیگم کو مرے نمودار سے ہی دن ہو  
 تھے۔ مگر انہوں نے محمود کی شادی کر دی۔ کیونکہ انہوں نے ٹھاکہ اول تو جس دس سے  
 زیادہ سو گار کہنا منع ہے اور اب لو پور سے چار ماہ گ رھے۔ دوسرے  
 سچوں (حامد و محمود) کو دیکھنی ہوں تو نہایت بے آرام کوئی اتنا بہن کہ بیٹا  
 پر۔ انا کپڑا سی دے۔ یا کہ ہں آئین تو پھوٹا کر دے۔ بچاری نے باہ کا سامان  
 ہی دہی کیا اور اس کا کیا کہ دیکھنے والے کہتے تھے کہ اگر اپنی ماں ہی کرتی تو  
 ایسا ہی کرتی۔ اتنا شادی میں انہوں نے کئی دفعہ بہن کی یاد میں آسو بہا ہے

جہاں آرائشی نئی بیاہی ہوئی تھی۔ دنیا کی شرم یا محمود کی اصرار یا خود اپنی محبت سے  
 اہوں نے محمود کے ہمراہ رہنا اختیار کر لیا تھا۔ کیونکہ تنظیم خانگی کے لئے ایک  
 تجربہ کار بزرگ کی ضرورت آج کل زیادہ تھی۔ مگر اون کی تمام توجہ حامد کی طرف  
 تھی کیونکہ مان کے مرنے سے اس کو بہت تکلیف تھی۔ بہہ داری سب ایسا پیدا  
 ہوا کہ حامد کو نار ہن لڑکی کی خوبیوں سے رفتہ رفتہ اچھی طرح آگہی ہو گئی۔ پالیننگیم  
 ضعف بصارت کے سبب خود تو کچھ کام کرتی نہ تھیں اور نازنیں کا یہ حال تھا کہ گھر  
 میں کسی کا کام ہو اس کو نہایت بھرنی اور سابقہ سے بے کچھ ہی کر دیتی تھی۔  
 اکثر ایسا اتفاق ہوا کہ گرمی کی ٹہنڈی راتوں میں جب ماہتاب کی  
 روشنی اور خشک ہوا کے چوٹے نہایت خوش گو آثر ہوتے تھے۔ حامد سوئے  
 کی خاطر بالآخر یرگبا۔ اور اوس نے دیکھا کہ اس کا پلنگ کسی نواب یا راجہ کی  
 مسٹری یا کسی نوعودس کے چپہر کھٹ سے ہی زیادہ مزین سے بلکے پر تھا۔  
 سہد عطر سے سی ہوئی جادوس میں ہیں اور جہاں بھارد سے یہی تھی یکھی ہوتی  
 ہے۔ اور نرم نرم تکیوں پر بیٹھی خود بصورت غلامت جڑے ہوئے نلکے کے  
 برابر مونہ کے پھولوں کی ہی ہوئی ایک ہیکھا رکھتی ہے جس کی خوبصورتی کو کسی  
 منجیب آکھ میں کتنی دیر تک اسعاسے دیکھا کہیں۔ اوس نے ہمایں سوئی  
 سے اس کو حکردما اور ساہنہ ہی خود بھی گویا عالم محویت میں ایک مسانہ اواسے  
 چوما۔ بلنگا۔ کچھ برابر دو طرف دو چوٹی ہوئی بلند نیاتون بر دو گلہ ستر رکھے  
 ہوئے تھے جس میں خوشنود ارگلاب کے پھولوں کی یاری ساری خوشبو ہوا کو  
 معطر کر رہی تھی۔ اوس نے دلمن کھا کہ شاید نہ کی حوریں اس سے زیادہ  
 خوبصورتی سے خدمت نہ کر سکیں گی کہو کہ وہ اوس سے کہیں زیادہ ہے ساتھ  
 ہی ایسی خوش مستی کے حال نے اوس کے دل میں ایک مار کا بہرا ہوا خوش  
 پیدا کیا۔ اور نہایت آرام سے بیٹھی بیٹھی سو گیا  
 اگر سراسر اہم پھر کی دس کار بون کا فوٹو الفاظ میں کہنہ سج سکتا ہے۔ اگر تین

ہر ایک خوبصورت ناور پھول کے رنگ بن جو موسم بہار میں گلنا ہے اور  
 ڈبو سکتا ہوں اگر یہ ممکن ہے کہ بیل ہزار داستان کشیدہ لکھش راگ صریح  
 قلم سے پیدا ہونے لگیں۔ تو شاید یہ ناقابل مصطف اس لائق ہو کہ بری چہرہ  
 نار نہیں کے ہر ایک دل بہانے والی ادا جو اوس کے ایک ایک معلوم کام سے  
 ہر وقت ظاہر ہوتی تھی جاں کر سکے۔ بائیں سنگتہ اور ابتاش چہرہ کی تصویر دکھا  
 سکے یا ناظرین کے کان تک نایک دلکش آواز جو وقت تک کسی چہرہ داؤ دی سے  
 نکلتے تھے نہ سکے۔ یہ خوش قسمتی اس مبارک مکان کے کیون۔ کے حصہ میں تھی  
 جس میں نار میں کا منور چہرہ الشمس فی انعام تھا۔ اور رماہ نہ حامد اس کی قدر کرتا  
 تھا اگر حامد اس کی قدر نہ کرتا تو وہ ناقہ رمی کا مذمہ ماہا ماہا کتا تھا۔ کبھی اساتھیں  
 ہو کہ حامد نے کچھ فرمائش جو ٹوں کی ہو اور سچوں اور اس کی تعجب ہوئی ہو  
 اور تعجب میں سے دلی کے ہمیں شوق اور سرگرمی سے۔ مگر ہر جہہ کوئی نہ کوئی بات  
 اس میں فریاد سے زیادہ ہونی تھی۔ اس کے علاوہ ہی کوئی نہ کوئی عمدہ عمدہ  
 جو خود ناز میں کے سگڑ ہاتھ نہا کر نہ تھے۔ اکثر میں کہا جاتا تھا اور روزمرہ کے  
 معمولی کام تو جس یا سدی اور خوبصورتی سے کئے جاتے تھے کہا جاسکتا ہے کہ اس  
 سے زیادہ نامکن ہے۔

حامد کی طرف سے بھی نمک بڑے کہ انداز محبوب او۔ کہے اور بے مذہب ہ  
 ہوتے تھے جس میں ایک خاص الفت اور مہربانی کی بو آتی تھی۔ اور جو کوئی ناور  
 عہد چیرہ دیکھا کبھی اوس کے حریف سے میں درج نہ کرتا۔ اور اکثر ملاو اسطہ اور  
 کبھی کبھی ہمارے با کسی اور کے درمیان سے ناز میں تک پہنچا کر اس کے سرچ نازک  
 ہو مٹو نہر سکرا ہٹ (وہ اس کا شکریہ ظاہر کرتی ہی) دیکھ کر باغ باغ ہوتا تھا۔

یہ ایک بے شکری اور عیش کا زارہ تھا جو ان دونوں کو حاصل ہوا عالمی  
 باغ میں اپنے بے غم اور خوش ہیں ہوتے جیسے یہ تھے۔ جنہ ایک دوست  
 کو اس پر محبت سے کامل اعتماد اور ناز تھا۔ اس کا اکثر عہد کی فریادیں غم و غریب

ہوئے گئیں تین ایک دن رات کے وقت شدت سے ابر آ رہا تھا جس سے اندھیری رات کی تاریکی کو اور ترافی دے رکھی تھی۔ یہ زور و شور سے پڑ رہا تھا۔ اور پانی کنرت سے صحن خانہ میں بہتا تھا۔ اس کا کھانا کھا کر محمود جان آ رہا۔ حامد۔ بلقیس اور ناز میں دالاں میں بیٹھے مزے سے باتیں کرتے تھے۔ مگر اس گفتگو میں مارتین بہت کم حصہ لیتی تھی۔ صرف اسی بات کا جواب دیتی تھی جو اس سے کی جائے۔ اور سب سے ذرا برے بلقیس کے پھلو بہن بیٹھی تھی۔

حامد کس شدت سے بیاں لگ رہی ہے۔  
بلقیس (گلاس و صراحی کی طرف اشارہ کر کے) وہ رہا پانی۔  
حامد گرم ہو گا۔ صحن کی ٹھلیا میں ٹھنڈا ہے۔ اس پر برابر مینہ پڑ رہا ہے۔

بلقیس وہاں جا کر کون اپنے کپڑے بگوائے۔  
حامد توین خم سے کپ کھتا ہوں۔

ناز میں سمجھ گئی کہ یہ اشارہ کدھر ہے۔ پہلے تو ذرا جھپکی مگر اس اندرونی جوش سے جو ہمیشہ محنت کے کاموں میں سفیدی ظاہر کرتے کاشانق ہے مجبور ہو کر وہ اپنی معمولی دلربائی نہ ادا سے اٹھی اور بارش کا بالکل خیال نہ کر کے مائی کا ایک لباس گلاس پہلائی۔ اس نے دالاں میں قدم رکھا اور ہر ایک آنکھ ایک عجیب غور سے اسے دیکھنے لگی۔ صرف حامد نے دانستہ اپنی نظر دوسری طرف متوجہ کی۔ ایک خاص شربیلے انداز سے اس کے قریب جا کر اپنے نازک ہمارے ہاتھ اس نے حامد کی طرف پڑھائے مگر حامد کی شریہ آنکھیں ابھی ادھر متوجہ نہ ہوئی تھیں۔ جمد سکھڈ انتظار کر کے اس سے اپنے ہاتھوں کو اور زیادہ پڑھا۔ اور سب لوگ جو دالاں میں موجود تھے۔ برابر اسکو دیکھنے لگے۔ حامد نے بکاہک ادھر نظر ڈالی اور سکر یا تک ناز میں لڑکی کو

کہا۔ مگر جب وہ نظرس مازین کی نظر سے دو چار ہوئیں تو اُس کا مازک  
بدن ہر نہراے لگا۔ اور ہانپوں کے رعتہ نے لبالب گلاس سے اسطرح  
بانی چلاکا باکہ حامد کے دامن پہنک گئے بانی کے گرنے سے گویا نازنیں  
ہر سبکڑوں گہڑے بانی بڑ گیا۔ اور بہت عینیت ہوا کہ حامد نے فوراً  
گلاس لیکر لی لیا۔

پہننے مار ہا حامد کو بہہ۔ کہتے سنا کہ اس سے زیادہ تسکیں وہ بانی او سے  
بہر کہی نصیب نہ ہوا۔ کہونکہ اس گلاس نے او سے محبت کے سمندر میں غوطہ

## باب پنجم

دل سے خیال دوست پہلا مانہ جائیگا سببہ میں داغ ہے کہ مٹا مارے جائے گا  
سم کو نہراہ شرم سہی محسوس لاکھ صبط اُلفت وہ رار ہے کہ حیا مانہ جائیگا  
مقصود اساکہ نہ کھلا لیکن اسقدر یعنی وہ ڈھونڈے میں حیا مانہ جائیگا  
رات کا وقت ہے تقریباً بارہ بج چکے ہونگے۔ دلربا مازنیں اپنے کمرہ  
میں بیٹھے کچھ سہی رہی ہے۔ حار گھنٹہ برابر ستے ستے او س کے ہا بہہ  
اور آ مکھیں تھک گئی ہیں میند کا حمار مجبور کر رہا ہے کہ اب آرام کرے  
مگر وہ اسے کام میں ایسی مستعد ہے کہ ذرا کی ذرا انکبہ سے پیٹ لگا لینی  
ہے اور عیسہ نہایت چالاک سے اپنے کام میں مصروف ہو جاتی ہے۔  
اوس نے گہڑی کی طرف دیکھا اور آہنہ سے کھا کہ چاہے کتنی رات کیوں  
نہ جائے میں نو یور اہی کر کے اٹھوں گی اور اس کام بھی صرف یہی رہی بہر کا  
باقی ہے جسکا بہت ساقصہ لو مشین سے ہو گا۔ مگر من لے آج پہلے ہی پھل جتاؤ  
دش کی سردانی ہی ہے حد اکرے ٹھک اور یہ حد آئے۔ حوں حوں وہ اسیتہ  
کام کی مکمل کرتی جاتی تھی اوس۔ کے جہرہ ہر کائے متاشنکے ایک قسم کی اندرگی  
جہانی جاتی تھی۔ ہوڑی دبر بعد اوس نے بہرا ہے کام کو حانجا۔ اور معلوم کیا کہ ابھی

ایک گھنٹہ کا کام اور سہے۔ ہاتھ سے کپڑا رکھ کر اور پیٹہ تکیہ سے لگا کر اوس اپنے تھکے ہوئے اعضا کو آرام دیا اور آہستہ سے باؤں پہلا دئے۔ بعد اوس کی آنکھوں میں بہر رہی تھی اسطرح بیکار دیکھ کر بہر غلہ کر آئی۔ مگر اُس نے عہد کر لیا تھا کہ بعینہ نہ سوئیگی۔ لہذا اپنے سین دوسری طرف متوجہ کرنے اور نیند کو ٹالنے کے لئے اُس نے سٹے ہوئے ہر نظر ثانی کی۔

آہستہ سے ایسی بنوڑ پشمالی یہ ہاتھ بہر کر رہ بولی کہ انوس اب زیادہ مجھے ایسا موقع نہ ملے گا۔ تو پھر تھوڑی دیر کے لئے میں ایسی ماندی کمون ہو گئی یہ خیال آنا تھا کہ اُس کے تھکے ہوئے اعضا میں ایک عجیب برقی قوت دوڑ گئی اور اپنے مشغول ہونے کے پورے گھنٹہ ڈبڑہ گھنٹہ بعد اُس نے کامل رفرت حاصل کی۔

نکلن کی شدت اور پہلی رات کی خوشگوار ٹھنڈی ہوائ نے اوسے فوراً اسلاوا مگر اُس کا خواب آرام تھا۔ اُس کی کہی کہی آنکھ کھل جانی تو ایک غیبی معمولی ٹھنڈی سانس کے ساتھ کر دٹ مدلی اور بہر سو رہی۔

صبح ہوتی مگر نیند کے ستوائے محمود اور جان آرا اور بے حری سے سو گئے صرف سید النساء بیگم اٹھ کر اپنی صبحی میں نماز و وظیفہ ادا کرنے کے لئے گئی ہیں۔ نازنین لڑکی اگرچہ اوپر سوئی تھی۔ مگر ایسے معمولی وقت پر ہات سو برے اٹھے۔ اُس کا چہرہ خود رتی نشان تھا آج کسیندر او داس او داس معلوم ہوتا ہے۔

حامد کی معمولی خوش طبعی میں ہی فرق ہے جس اتفاق سے جب یہ دونوں جاگے ہیں تو ایک کی دوسری بطریٹھی۔ وہ مؤثر طرہ و لون میں شہ جانی ہے اا حامد کے کمرہ کا دروازہ کھولا گیا کہ حنینہ اندر داخل ہوئے اور رات کی ہی ہوئی شہروانی پیش کی۔

حامد ابا امین ہی کو کہون کہ بہان سے رکھے رکھے کپڑا عائب کہاں ہو گیا۔

تازین سیری بھلی شق ہے شاید سید کے قابل نہ ہو۔  
 حامد دشمن وانی سیکھتے ہوئے یہہ پسر کے قابل نہ ہو۔  
 تم نے سی ہے۔  
 تازین داپھی مھولی خنہ پشانی کے ساتھ ایک دلربا بانہ اندازت  
 مسکراتے ہوئے شاید میں - ہی - ہے۔  
 حامد کینخت درزی سے تو ڈبل قیمت مہیے کو کہا وہ توجیب ہی  
 رات بہر میں تبار نہ کر سکا۔ تم بے بہت تکلف اٹھائی۔  
 تازین تکلف کیا ہوئی۔ اگر آپ اس وقت پہن لیں تو میری  
 محنت ٹھکانے لگ جائے گی۔  
 حامد حوراً - میں اسے پہنے ہی ہوئے جاؤں گا۔  
 تازین کہا آپ آج ہی رہا نہ ہو گئے۔ ہر سہ گئے ہوئے اس کی  
 آنکھیں رہن کی طرف لگ گئیں۔  
 حامد (اندرونی کاج کا مہا بلہ کرتے ہوئے) ہاں میرا جہاں  
 رہتے کاؤ فٹ بہت نہڑا۔ چہ۔ سامنہ بچھ رہل جاتی ہے۔  
 تازین فی امان اللہ  
 حامد بڑی سنگدل ہو۔  
 تازین ذہنی نظر کر کے) اور آپ؟  
 حامد اس کا کہہ دیا ہے سکا کیونکہ علیگڑھ حائے کے سو فی کا الزام اس کے ذمہ تھا  
 حامد (بات ٹال کر) منے مہرے وہاں کے مارے آماہن و آرام  
 کو لوٹ لیا۔  
 تازین (سرمہ تم ہوئے) آپ تو صراہہ ہیں مگر گہرین رکا جو۔ آرام  
 دے ہیں ہوں اون کی حالت زیادہ قابل اسرس۔ ہے  
 ان الفاظ نے مارہن کو سرم سے اور حامد کو اس اثر سے حواس کے دلبر ہوا ہوا



ہنوڑی دہر کے لئے خام  
کی غم آلود نظر سے دیکھنے رہے۔ آخر کار نارین لڑکی نے ہر سکوت توڑی  
اور کھاکہ اس دب رما دہ بائیں موجب طال ہوں گے۔ اور خصم اب بہہ کہہ کر  
اوس لے کمرہ سے جانے کے لئے قدم ٹہا باگر تارہ نے نہایت التجا سے کھاکہ  
ذرا ٹہرو

حامد ماگور عاظرہ ہو تو مری تصویر آ کے پاں رہ سکتی ہے  
مارس نے نظر ایک لفظ کہے اوس کے ہاتھ سے تصویر لے لی۔ اور فوراً چلائی  
اوس سے میٹ موڑی اور حامد سے اپنے ہاتھ پر لوسہ دیا اور ساتھ ہی ایک نار  
جسی یکدم چپڑا اوس کے ہاتھ میں چمکے لگی۔

لو کر نے آوار دی کہ گاڑی تیار ہے۔ اور وہ سوار ہو کر اسٹیشن پر روانہ  
ہوا۔ مگر اوس کا دل غم اور افسردگی سے بھرا ہوا تھا۔ اور بار بار اس نے ارادہ  
کیا کہ ایسا رادہ ملوئی کر کے واس چلے۔ مگر عین تیر اور بان کی بجائے نہ مانا۔  
دس کے ملقب نے مازن کو کہا یا کہا ہے بلا ماو اس کی آنکھوں میں ایک  
غیر معمولی سرخی مائی اور اب ان دونوں کو معلوم ہوا کہ اس حال کے ساتھ  
رہ سنبھلے اہوں سے ایک دوسرے کا محبت کا تہ و جوہر اکٹھا کر لیا تھا

## باب ششم

عہد وصال دل سے بھلا ما نہیں ہنور عالم مری لظہیں سایا یا ہیں ہنور  
یہ نام دوست کا کوئی لا با نہیں ہنور جہ کا بسیم مصر کا آما نہیں ہنور  
مان دے علی حوالہ اسد جو خط وال نامہ کہ ہے مار ہی یا یا نہیں ہنور  
لگتا حائے دل بہ منزل مقصود میں کہیں ہم جس کو ڈھونڈنے سے اس وہ ما با ہیں ہنور  
و سال کا عرصہ گزر گیا اور اس ہنوڑی سی مدت میں زمانہ نے بہت سے  
الفاظ و کہاوتیں۔ حامد طور او حوالہ ہے۔ اوس کے خط و قال کو مروا گیا اور

کی طرح علم کی روشنی سے منور رہے۔ اور اس کا سایہ لوگوں اور کی علمی امانت میں  
ایم۔ اس کے کائنات میں رہا ہے۔ اور اس کے کہ بہ سر دو لکھائی اور طبعی تسمہ اور  
نصیحت اور اس کا سہ کمال کے نام ہیں۔ تمہیں کارج کے رہا سہ کمال اس کو ان میں  
اور اس نے فن سے بہتری میں ان کی نگہ کم ہمارے حاصل ہائین کی ہے۔ اور اس کا نشانہ  
ترتیب سے زیادہ۔ بے خطا ہے۔ اس کی آواز ہمارے ملک اور بہادرانہ ہے  
ڈرل میں ہمارے سے وہ بہادر۔ نہ نانی ا۔ کہ کھٹا ہو مائیں ہاتھ کا کر نب ہی ہے  
ٹورناہٹ میں ہی اور اس کے ہر کا سبب ہو یا مائیں ہیں۔ اور اس کا ہر دل  
پر از خود ملے۔ اور الوداعی کے امارت اور اس کو ہمیشہ دیر ہی اور اطوار  
مرواگی کے طرف سے ہمارے ہیں۔ کیا فائز ہے۔ کہ جب۔ آماو کے کما نثار  
کی سفارت سے وہ فوج میں اور دل ہو کر ہو۔ یہ عزت ہائین کہتا ہو گیا۔ اور اس  
ہمارے سر دل کو جان کہ یہ موقع ملا کہ وہ اپنی خدا داد سچاقت اور تہذیب کے  
جو ہر دکھا ہے۔ مگر ایک ماہ میں جو اس کو جان کہ کہی کہی شہر کے کہتی تھی  
وہ پہنچتی کہ اور اس کو نمایان کرتی تھی۔ اندر سے بہترین حاسد اور دشمن بد  
کر دیتے تھے۔ جو اور اس کی ترقی کو ایسی میں تھی ہاں کر تھے تھے۔ اور اور اس کے  
خون کے پیاسے ہو گئے تھے۔ جس طرح موسم گرما میں، ابر کا ایک جھڑنا سا ٹکڑا  
کے لئے آفتاب ہر آکر اور اس کی تمار سے تاکو مدد کر دیتا ہے اور ہر مائیں ہو جانا  
ہے اس طرح یہ خیال عام کو افسردہ کر دیتا تھا۔ مگر وہ فوراً پہنچ کر کہ ایک  
بوجھ بہت ہی بہترین سے نہیں ڈرتا ویسا ہی جو حال اور بنش ہو جاتا تھا۔

فوج کے سکندر کے رفقاء ایران کی طرح کی کرتے اور ملک کا دریک سے کیا تو روح میں یک جہل علی  
مگر سکندر کے حمایت اطمینان۔ ایک ایک اور اس سے ہمیں ڈرتا ہے کہ کونسی ہی  
ہو گئی۔ اور اور اس وقت یہ جو ماں میں ہر قہر۔ اور اس کے



شہان ہی ایسے اشیانوں کے واسطے اُن کو پسند بہن کرتے۔ آرایش تو کجا یہاں آسایش۔ کیے قابل ہی سامان نہیں ایک چوٹا سا مانگ دو چار ستن ایک ٹین کا صندوق اور ایک بسپ جس کی چینی میں مال میٹا ہوا اور کلمہ نافع پس گہر کی کل کائنات ہے۔ اور اس کے سوا دو چار کناس جو ایک طاق بن رہتی ہوئی ہیں۔

لیکن باوجود اس قلیل سامان کے یہ مکان ابسا مال مال اور نادریاں کہا جاتا ہے کہ ہر شخص کا اس پر دانستہ ہے۔ اس مکان میں سب سے زیادہ بیش بہا اور قیمتی شے جو اس مکان کی ملکین ہے جو ایک نو عمر نازک امدام پیاری پری جہر جہن لڑکی ہے۔ گھڑوں جس کی لمبا فٹیں اور قابل قدر بہر مند کی جس کی سرافت اور بے انتہا عصمت جس کی سادگی اور بھولائیں اس درجہ مدہو کہ وہ کسی باوقار نواب یا بہادر شہزادہ کے محلوں کی آرایش اور اس کے دل کی مالک ہونی سے کسے چاروں طرف مطلع اور فرمانروا و احصوں کا جگہ ٹھہرتا۔ جس کے نازک ہونٹوں پر ادنیٰ ہلکا مسکراہٹ سکڑوں دلوں کو اندر بند ہالی اور بہت سرون کو تسکین اور خوش فہمی کا یقین دلائی وہ عالی حوصلہ اور فراغ دل حبیبہ جس کو حسن کی پری لطافت و نہایت کی وہی کہنا سب سے جانتے ہیں۔ اس کہنڈریں میں نہاں شوم اور افسردہ ایک لورر بہت پیچھے اپنی کڑن بن ہو کر لگا رہی ہے۔ لیکن اس کا دل جو اذات زمانہ سے عشاق کے گریساں دامن کس طرح بار بار ہے۔ اس کا رنگ جو تھوڑے سے حصہ پہلے گلاب کی تھی جیسا خوشنما تھا۔ اب موسم حراں کے ہرن کس طرح زرد و اور مر جھایا ہوا ہے۔ اقل کی آنکھیں جو تیر بھی چالاکی اور بے حس کریموالی شہادت کا نشان دہی ہیں مگر جن کو فدائی اور جلی حیا ہمیشہ رہ کے رہتی تھی اب آنسوؤں سے پر غم اور مکی سے نیچے چکی رہتی ہیں مگر ان کی خوبصورتی اور خوشنمائی سے ابک سا رنگ امار کر لیا ہے۔ میہم اور یہ دور یہ طوفان اشک اوں کو سر ج رکھا ہے اور جس کا کسی وہ ٹھنڈا سانس بہر کر بھلا دہر اٹھائی ہے تو اوں میں حکم کو خون اور

خوں کو آب نہانے کی بوری فوت طاہر ہوتی ہے کہ ل کا پھول ایسی خوشنمائی سے  
سطح آب پر نہیں بہنا۔ جیسی۔ ہ پاری سرگسب آنکھیں پاک اور سفاد آنسوؤں  
کی طغیانی میں ڈھکی رہتی ہیں۔ اس نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور آنسو کا  
ایک قطرہ رخساروں سے بہنا ہوا دامن پر گرا اُس سے کھا۔ اے میری ساری  
مان اگر بچے مجھ کو چوڑا جانا تھا تو اس نے دن تک سٹے ہی کی کیا ضرورت ہی۔  
انسوس میں پیدا نہ ہوتی یا اگر ہوتی مٹی کو مر جاتی اے مان۔ تو تو مجھ سے  
محبت کر لی ہی اور بچھے اپنی جان کہتی تھی آج نہری جان اس مصیبت میں گرفتار  
اور تو اسطرح مانغ خاں میں بے غم۔ کیا کوئی نگر جاں کے رہ سکتا ہے جو میرے  
س مردوس میں ہے؟ مجھے ہی بلا لے ان جان جلد ملا لے۔ دکھہ لو لے

اسطرح لوح کرنے کرے نوحان لڑکی نے ایک روز سے مسیح ماری اور  
ہائے ہائے کر کے روئے گی۔ یہہ جلا دن تھا کہ اس نوحان لڑکی کی آواز ہمارے  
سنی ہو مصیبت اور نوحان آواز سے ہڑوس کی بڑھ ہمارے دل میں ہمدردی  
پیدا کی اور وہ ہوڑی و بر بعد مکان میں اس عرصے سے داخل ہوئی کہ مصیبت وہ  
مکس کے درد کو معلوم کر لے اور اگر ممکن ہو تو اسے تسلی دے۔ رہا مکان  
میں داخل ہوئی۔ تو نو عمر حسیمہ کونشی اور بے ہوشی کے عالم میں پایا۔ اس نے  
ہماہوت غور سے ٹٹولا اور معلوم کیا کہ زندہ ہے۔ مالی کے چھٹے اور مڈول  
کی خوشنویسیر شکے کی ٹسڈی ہو ا کوئی دس منٹ بعد اسے ہوش میں لائے  
اور اسے سر ہائے ہمار دار کو دکھا کر اس سے حسیف اور کمزور آواز سے کہا  
کہ مجھے مرنے دو۔

بہ خواب عدم رائے دستم۔ ازین حرا اب ہمارا کہ سید ار کرد۔  
تھرم کار جہان بدہ عورت اس حال سے کہ ساد اُس کے خواب رہا وہ  
ریخ و عمر کا باعث ہون کچھ نہ لولی اور تہور اس پانی ملا کر اٹھاٹھایا۔ اور منور  
نیکہا چلنے لگی۔

نازنین تم آدمی ہو یا اس صورت میں کوئی فرستہ خدا نے میری  
اردو کو بھیجا ہے۔

عورت میں یہیں دیوار سیچ رہی ہوں۔ مگر مجھے تمہارے اس  
مکان میں آنے کی بالکل ضرورت نہیں۔ ہر سال نکاسا تو بہہ بند پڑتا۔  
نازنین میں نے کل ہی اسے کرا یہ برلبا ہے۔

عورت کیا غم اکیلی ہو۔

نازنین اتو بے شک اکیلی ہو۔

عورت آخر تم بھان کیونکر آئیں۔ کس نے مکان لیکر دیا۔ غم میں تو  
مجھے اتنی حرارت نہیں معلوم ہوتی۔

نازنین دآنکھوں سے آسمان پوچھتے ہوئے ہماری ہمراہ ایک  
ماما بھی جسے بہہ مکان تلاش کر رہا تھا۔ مگر وہ سخت آج صبح سے ایسی گئی  
کہ اب تک بہہ کر نہیں آئی۔

عورت عجب نکاحام ہے۔ اس عالم میں اسے جوڑ کر جانا ہی  
کب ضرور رہنا۔

نازنین جی ہاں۔ وہ عجب میوہ دہ ہے اور اب مجھے اس کو  
زبادہ لو کر رکھنے ہوئے ڈر معلوم ہوتا ہے۔ مگر خدا کرے کوئی اور پہلے  
مانس آدمی مل جائے۔

اچھی میری مان کب نام تلاش کر دو گی۔؟

عورت کیون ڈر کبوں معلوم ہوتا ہے۔

نازنین وہ کچھ اچھے آدمی نہیں ہے۔

عورت اچھا تو میں مخزن کی اماں کو کہہ دوں گی۔ وہ دو جا رکام  
تمہارے کر جا کر نیگی۔

نازنین مجھے تو ایسے آدمی کی ضرورت ہے جو سرات برسے  
یاس رہے رات کو مجھے ڈر معلوم ہو گا نہایت اچھا کہہ لو میں، کیا تم آج

اسکے ہاں نہ سورا ہو گی۔

عورت

بہٹی مجھے کیا غدر ہے مگر ہم اپنا حال تو مجھ سے کہو۔

نازنین لڑکی سے ایک ٹھنڈا سا بس بھرا اور ابا معلوم ہوا کہ کسی  
بجاری بوجہ نے اس کے دل کو دبا دیا۔ اور وہ ہشکل تمام اپنے دل کے اٹھتے ہوئے طوفان  
کے خلاف سنبھلی۔

نازنین

محمدین اسن ثقت آبی طاقت ہیں۔ کہ اس دکر کو چشموں در نہ مسیح  
مجھے مردہ دیکھے گی۔ اور آپ کو زیادہ کلیف اٹھانی پڑے گی کہ ایک لاوارث لڑکی کو دفن  
کرین۔ اگر مجھے آپ کی کلیف کا خیال نہ ہوتا تو موت کی تو میں ہدایت آرو سے خوش ہوتا  
ہوں۔ وہ یہ فقرہ کہ رہی تھی اور اس کی آواز لڑکھائی جاتی تھی اور دل بہرا آتا تھا۔  
ہم روئے نہ آجائیں تو دریا ہی ہدایتیں

شبیم کی طرح سے ہیں رو ماہیں آتا

## باب ہشتم

در مسال تعیر و ماتحتہ سدیم کردہ۔ مار میگوئی کہ داس ترکس چہا بارش  
نیک دل بڑہا ہوتی دسک دلاسا دتی رہی اور تلقین صبر کے بہت سی  
باتیں کر کے کہنی لگی کہ تم سچ کہتی تھیں ماما آج نہ پھرے گی۔ اچھا تو میں بچوں کو روٹی  
اکٹرا دے آؤں اور دیکھوں شاید مچرن کی اماں مل جائیں۔ تو اُن کو ہی کہی آؤں گی  
خدا کرے وہ کہیں نہ لڑے۔ ہو گئی ہوں۔ سنا تھا کہ اب صمت اللہ خان کے ہاں گئی  
ہیں۔ بچے دن بھر کے بھوکے یا سے رات کو آتے ہیں میں بہن ہوتی تو بچارے بریباں  
ہوتے ہیں۔

ناریں

اچھا آپ تشریف لے جائیں مگر حدار اعلیٰ آما۔

بڑہا

میں ابھی آئی اور خود بہن آکر کہا نا کہاؤں گی کہا کہ دن میں  
تو نہ جانی یرچون کی تکل ہے۔ اللہ رکھے دجیما کو وہ تو ابھی بچہ ہے ہی ہو گا کوئی

سولہ سترہ برس کا جب سے اک بار کی بہو مری ہے وہ ہی مہر سے ہی ساتھ ہے۔ مری جاں کو سب سے سچے ہی بن۔

ٹاہیا اس طرح ماتیں کرتے کرتے روارہ تک جانی ہے لیکن مڑ مڑ کر یہ کہنے کے لئے دکھائی جاتی ہے کہ ڈراما بن اہی آئی کی آئی موت۔ حب زما وہ فاصلہ لئے اس مکرار کا موقعہ نہ دیا۔ بس وہی اپنی گہر کی طرف راہی ہوئے

ہاں وصیت یا کر ہر اُن حالات نے آگہیوں کو بیٹھیا کی ہوسٹ مار تدریس کی روکے ہوئے ہیں۔ لکس اب اُن بن سے زیادہ اثر خوف کا ہے جو راستے کھٹکے او۔ ہوا کے سندھ جو سب کے سے اس قدر بدادہ جاتا ہے کہ خوف رودہ آکھیں شوٹش۔ اگر چاروں طرف دیکھ لگتی ہیں۔ لکس اتنی ہمت نہیں پڑتی کہ الال سے باہر ماسکس۔ اور اصل سب سے کم کر کے خوف بنائیں۔

سراج کی ٹٹالی ہوئی ہوئی سے دھڑک اُن، حصاروں سے ٹڑ رہی ہے۔ جن کی حکمت ہیبت سے اسے سر ملے، یہی ہنی۔ گو مآج ہی اُن کی تصاعوں کو نہ مودہ ملا ہے کہ آنکھ بہر کر اُن حسا۔ آتشی کو دکھ سکے جہوں نے اپنا لور جو اداسیہ رمانہ کی نا

کر کے رقی کے جہوں کی سی دلفری حاصل کی ہے۔ سہری چہرہ نار میں ہڈی دیر بعد لڑکھاتی اُٹھی کہ رارسے کی کڑی لگا کر اُن دُرسے کاٹ مائے۔ ہاتھ میں چیلے اٹھا ما۔ اور آرت آرتہ مدم اٹھاتی تھی۔ ر قدم قدم سے سو میں کا ہوا جاتا

ہنا اس نازیر رودہ کہ کس کی دل آتے۔ رٹ سے۔ سہ۔ طومار کا ہوا وہ کہ طرف ٹڑی لیکن ماہ کا ماحا ہا اور جہرہ سے ہوا نییاں اٹ رہی تھیں دل کی ڈھکن کا ہم عالم ہا کہ اگر کوئی فریب ہوتا تو کھائے جان اس سے ہاتھ نہ گھڑی ہوئے کا گماں کر اُن کا مانتے ہوئے ہاتھوں سے مشکل بہ حرا س کی کہ رنجیر تک ہوئے لیکن

علا سب بہ ہوا کہ ایک ہو ا کا جو کماں رو سے آپا کہ چراغ گل ہو گیا۔ اور ساتھ ہی باہر سے کو اڑوں کو کسی نے دیکھا دیا۔ چراغ کا جھانہ کہ جو اس من کو اس تک تھام تھام کر رکھا ہا اُن ہو گئے۔ اور کو اڑوں میں کئی چھ کی آہٹ سے اس خوف پہا





جاسے ابھی وہ کہا کہ مریض قسمیں میں بندہ ابھی ابھی کچھ کہتا ہے تو انہاں تو کیا  
ہر لی سمجھتا ہے۔

عورت۔ نہ کچھ نہ نہ کہنے والی ہے۔ آئیے تو اپنے ہاتھوں ان  
مشکلوں میں بڑھیں۔ وہ گھوڑے (کچھ) مانتے ہی ہو گئے ہیں یہی نظامِ معاش ہے  
آئیے جیسے ایشیائی آدمی ہی نہ دیکھا ہو گا۔ انہوں نے کیسی کیسی مشین کی  
پس نے کس کس طرح سمجھا یا لگے۔ یہ نہ کہ کسی ایک نو مانی ہی ہیں۔ اور سچ کہتی ہیں  
ابھی یہ وہ آگے کوڑا غلام ہیں۔ دیکھو تو آج کی کسی کبھی خدمت کی کن کن  
مشکلوں سے آپ کی جائداد بٹھائی ہو رہی ہے بدگئی جس کا بہتہ انعام۔

نازنین۔ ہر اس دن کو باغیچہ سو روپہ دیسی تو تھی۔ دکانوں کو اپنے  
مختار سے عرض ہوئی ہے اور کہا جا رہا ہے۔

عورت۔ آج سے کوئی اُن کو فقیر سمجھا ہے۔ اس سے اسے باغیچہ  
کی انہیں پروا ہی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ روپیہ تو ہیں جاہنپائی نہیں۔

نازنین۔ اوہ مجھے خبر ہے کہ وہ بلی اور بندہ والی مثل کر رہے ہیں۔  
کہ وہ بلیوں سے پیچھے چلا جائے اور لگے کہ کچھ لاکھ ہائیں۔ ایک بندہ  
اُن میں جھپٹنے اور وہ ماسٹر ڈسٹر سے کہتا ہے۔ تو لا تو ایک بلی لگے  
کہا۔ جی صاحب دیکھا۔ ایک لکڑا کہہ کر کہا۔ کہ وہ دوسرا بلی لگے۔

گیا۔ اور میں سے بہت سا چست کر لیا ماماں کہہ رہے ہیں کہ یہ تو مفت ہی چلا  
چلا کر کہیں لگیں کہ اس اہم راہی ہیں لیکن بد رکھا۔ یہ کہ اس دہشتہ جہ  
فرمانے لگے کہ باقی ماندہ سراسر حق مختار ہے تو انہوں نے حق مختار میں میری  
مدد ہی جائداد کو سونپ دیا اور ہر (تہہ) ہوئے ابھی دعویٰ باقی

عورت۔ کھلا پڑی کوئی کسی کی جائداد میں کتنا ہے۔ اس کوئی  
انداز ہوڑا ہی آگیا۔ ہے۔ یہ تو صرف دیکھی۔ تہہ۔ خدا آ۔ کی جائداد



عورت بھلا سیرادل تو کا ہے کو ماننا تھا کہ آپ کو چور و دہ اور  
وہ ہی اس حالت میں - م ہی تمہارے ہون کے تلے نکالے گا۔

مازنین جب ہی میں پہرے غائب تھی۔

عورت بیوی تم پر خفا ہو گی کہ پہرہ ہی ذکرہ سنا سنہ سے ملے

آئے تھے۔ دیکھتے ہی گاڑی ٹھیرالی بہتیرا میں نے غدر کیا ایک سنا نہ مانی اور

مکان پر لے ہی گئی۔ وہی ذکر۔ جھکوا آپ کا خیال لگا ہوا تھا۔ گو اون سے کہہ تو

نہ سکتی تھی کہ اب آپ کہاں ہیں۔ ناچار بیٹھی رہی۔ میں سنہ ہی بہت ہی اندر ت

ملاصفت کی کہ یاد ہی کر سکتے۔ مگر مرارج کچھ اب سنا ہوا ہے کہ کہ امتداد و رہو

فورا ہی سواری پر مل آتا ہو۔ سنا کہے اور ہوا کہے۔ کہنے لگے کہ اگر اس

سو دے میں سر ہی چلے تو سروا نہیں۔ اور میں لو۔

مازنین (چیں یہ نہیں ہو کر) اب آپ یہہ رام کہانی تہ کیجئے جو ہر

سے کا پار اہیں میری ملاستہ ہم کہیں گئی تھیں

عورت میں نہ پہلے ہی کہتی تھی کہ چھا ہو۔ نہ لکس کی سبکی ہوا ہی

مازنین اس بہت سن اب اب میں انظاروں کی ہی نہ مول۔

عورت بہر اس سے فائدہ اس میں سوا لے رسوائی اور نگاہ کے

دہرا ہی کما ہے عقبتہ کی سرکشتہ دلہ پہرہ بہر سچ ہو گا۔ اور حسب ذہ ممکن

آنکھیں ماما پر ٹپن ٹگسلا عورت رسد سن کے کا سبب اٹھی۔

مازنین اس میں میرے منہ زیادہ مت لگ۔ میں نہری بہت گئی

کرتی ہون تو نے مجھے سمجھا کیا ہے۔ رسوائی خدا انخوا اسنہ ری کیون ہونی۔

عورت کا پتہ ہوئے۔ جی معاف کرہ میں تمہارے صدقہ

گئی ہلا لڑی کی بہرہ کما محال ہے کہ آ کے سا۔ میں کوئی کہ ماجہ کا کلر سے نکالے

بہن ضرور ہمدردی راہ سے ملانہا

مازنین اس کا ردی۔ ایر کہ۔ اشپ وہ زمانہ بہت فخر

آئیو والا ہے کہ کسی کو بہرہ دے۔ اسی کی ضرورت ہے۔ یہ بھی۔

ماما  
نکا لو۔ اللہ کرے تمہارا بال بیکانہ ہو۔ اور جلا یہہ کہہ باکر ہے۔ کیا خدا کو  
آپ کو اراکام اسے دینا ہو گا۔ جان لے خدا ہی کی ہے۔

یہ الفاظ کچھ اسے پریشان کر دیے تھے کہ  
یہ بارہ نار نہیں سنکے ہم ہو گئی۔ گویا اس کے سارے منہ و لوزں پر پانی  
پہر گیا۔ اور کی کرائی تدبیر بن خاک بن مل گئیں۔ یہ ادا ہے۔ یہ کسی کی  
نقد میں سامنے آکھڑی ہوئیں۔ اور آبدیدہ ہو کر کہنے لگی کہ چیرہ کی مٹی  
درمیانِ انہور یا تختہ بندم کر دیجے۔ مازے کوئی کہ اس نرکی ہتھکڑیاں  
نہوڑی دے۔ یہ سکوشت کا عالم رہا اور رو دو۔ اور کو بستی۔ اور ابوسے دیکھتے  
دیکھتے۔ وہیں رہ گئی۔

## باب نہدہم

عاصی کی خبر جدا چاہے۔ اتو آرام سے یہ گدہ گدہ رہی ہے

اگر ملک و قوم سے واسطے ہمارے ماعلیٰ یافتہ نوجوانوں کی سوسائٹیاں مفید ہونیں  
تو شاید اکبر کے بالافانہ اور وہاں کے مجمع کی شہر فیض کا مگر سے کچھ کم

لہذا۔ اہل مال کا رہا یہ۔ اور رہا یہ۔ وہ اسی کا ہے۔

لہذا۔ اہل مال کا رہا یہ۔ اور رہا یہ۔ وہ اسی کا ہے۔

لہذا۔ اہل مال کا رہا یہ۔ اور رہا یہ۔ وہ اسی کا ہے۔

لہذا۔ اہل مال کا رہا یہ۔ اور رہا یہ۔ وہ اسی کا ہے۔

وطنی۔ کچھ خط و خال سے آراستہ نہ تھا۔ ایک زمانہ ہنا کہ دہلی علوم و فنون کا مرکز اور  
تہذیب اخلاق کا بیج تھی لیکن افسوس کہ اب یہہ باطن پہاں خواہد و خیال ہیں۔ شرفیہاں  
کی سے نہ بہت اولاد اُن تمام خدیوین سے مٹا ہے جو مہا خاندانی بزرگوں کا  
حمہ رہی ہوں۔

بلی ماروں کے ٹکڑ پر ایک خوشنما لالا خانہ معمولی فرش اور آرائش کے سامان  
مزیں ہے۔ اور گرجی کی ٹمڈھی رانوں بن الیللی لوزہ لون کا عہہ ماسکن رہتا ہے  
اس مکان کو ایک خصوصیت یہہ حاصل ہے کہ سال کے کسی دن من صبح سے شام کے  
چار بجے تک پہاں انسان کی آواز نہیں سمجائی دیتی۔ اور مقررہ بجے بعد سے رات  
کے اکثر شروع وقتوں میں بہت دیر تک اس مکہ کے لیے مکر اور بے باکا نہ چھوڑتے  
رہرو کو بھی لمحہ کے لمحہ تک نہ دیکھتے اور نہ تو جہہ کرتے ہیں۔

اکسری علی۔۔۔ صوراں۔ فرحت مراد۔ حیدر سنگ۔ جہاندار شاہ شریف خاں  
حسین علی۔۔۔ رانوں اس کے اعلیٰ ہرے۔۔۔ جہاں بلسہ ہر روز رات کو  
ہوتا ہے۔ اور ان کی مانی سے تابک کر دیا کہ ہندوستان میں ان کی ٹکا باٹی  
کا آرام ہے ہا اور ہر امر ہوتا ہے۔ اس مجلس احوال کی علی یا ملکی سامان یہہ بی نہ ہو  
اور اگر ایہہ آہوتا اور اب بہہ رونی اور بہہ ہو۔۔۔ والی ہی نہ ہی ملکا اس کا  
اصل مدعا تھا وہ ہر کی خدمت کے اندر تھے۔ لیکن وہ نفرت و عداوت و دماغ ملکہ روح کو  
خراب اور بے کار کرنے والی ہے۔۔۔ آتش۔۔۔ گھصہ شہا بنجہ۔۔۔ دہر و دہر و منشاء  
ذاتی کمال اور ناشائستہ اور عہہ بہت ہی لذتی۔۔۔ زمانہ کا ہر خیال کہا جاتا تھا  
ان لوگوں کو اگر۔۔۔ کے کچھ فیہ تھا نہ ایہی آما و اجداد کی حاملہ نہ اور سر رانی  
بر۔۔۔ اور اب یہہ رانوں کو کہہ کر مگر کی مویہوں سر ماؤ و سے تھے۔ لیکن  
اہل رانوں کو اس کو کہتے۔۔۔ گما ما اور ایہی اور مہا اور مالالہی ظاہر کر  
ہے۔۔۔ مہا ریشہ۔۔۔ ہر حہہ ایہی علم ہر۔۔۔ ۱۱

لہذا ان سے اور دلی سے ہاتھ چھینا اور نگاہ افیشن رکھتا ہے بابا ایک مقول جانکاد کا  
 مالک نہا اور شہر کے شریف اور روادار آدمیوں میں شمار ہوتا تھا۔ اکبر اسی کی ہی  
 ساتھی کہ بابا کا ساتھ سر سے اٹھ گیا۔ ماں بچا رہی عورتوں کا طرہ واداد کو تسلیم  
 ہندو سے سکی محلہ کے حافظی کے بہر کیا اہولت سے بد ہزار وقت سات سال کے عرصہ  
 میں قرآن شریف پڑھایا۔ مگر حسب مکتبہ چوڑا ہے۔ تو پورا وہ ہی بادہ نہا ۶۷  
 فرشتہ خصلت آدمی یہ شہر چھپ چل ہر روز بہانہ کرتا اور ایک حرف نہ پڑھا۔ ۷۰  
 حال دکھا تو بے چاری ماں نے زردوزی کے کام پر ٹھہرایا۔ کچھ دن تو اس میں  
 ہی بہت کچھ خاکا اڑائی لیکن بارے حد اکر کے اسنا سبکہ لیا کہ سری علی طح اپنا  
 سبٹ پال لیں۔ اس طست کی رنگینی اور عیش پسندی سے جو بزرگوں کی بہارت سے  
 چلی آتی تھی یہ رنگ انقباز کیا کہ فرصت کے وقت کو دوست و احباب کے جلسوں میں بسر کر  
 گئے۔ دلی جیسے شہر میں بے مکروں اور عیش کے بندوں کی کہا کی تھی۔ توڑ پھوٹ ہی تین  
 جلسے وہ رونق بکڑی کہ اس کا عشرہ عشر آج کا چٹان آکھو تمل کا لفریس کو نصیب  
 ہمیں آئے دل جلسہ ہوتے اور میلوں کی رونقیں بڑھاتی حایین۔ عرض ہر روز عبد ہو یا  
 نہ ہو مگر ہر رات شب برات ہی اس جامعہ کے ممبروں میں مصیبت۔ اہلاس۔ رنج  
 سسہ کچھ ہو مگر یہ تھی تو عاقبت اندسی ہو کہی اون کو اس کے افعال سے پشیمان کرنی یا  
 بار رکھتی۔ جس رات کا ہم ذکر کرتے ہیں اس روز اکبر کے چہرے سے کچھ معمول سے زیادہ  
 اندوہ۔ ۱۱۹۹ میں ڈاکٹر سر۔ اسرار حال تھا ہادر کے۔ سی لیں آئی۔ ایل ایل ڈی سے ح  
 ۱۲۰۰ میں لہاؤں کے حامی اور ہی حوا سے اہل اسلام کے اصلاح اور ترقی تعلیم کے واسطے ایک کانفرنس منعقد کی جو کچھ  
 کانفرنس کے نام سے قائم کی جس کے جلسہ تہذیب میں سالانہ ہوتے ہیں اور دور دور سے علماء و مصلحاء  
 ملنے جاتے ہیں۔ جو سید صاحب کانفرنس کے سکریٹری ملکہ ہمدست و ہمدست تھے ۱۸۹۳ء  
 میں تھے کانفرنس کا ساتواں جلسہ مقام دہلی تھا تو اقم کو بھی شرکت کا آغا ہوا تھا۔ جلسہ ٹری ہوم  
 دہلی کا تھا اور جیتنے ایسا ہی ہوتا ہے۔ چہ حد اگر سے کوئی غلطی ہو جائے یہاں ہوتا ہے۔







اچھی طرح جانتا اور اُن کینہ تہہ راستہ خاص کو خُوب پہچانتا تھا۔ مگر یا تو ایسا  
اور غالباً بے رحم میں با فراخ حوصلگی اور بلند نظری سے اوس کی اس ویرگی  
جس میں بہن بڑا۔ جب سازشیں بادشمنوں کی مخالفت میں اوس پر ظاہر ہوئیں  
نو اس طرح بے روائی سے ٹال دیتا یا بخند بتا کہ گو ماہیہ کوئی بات ہی نہ ہی  
رفندِ رفہ اوس کے علم اور درواری نے دلوں کو ایسا تسخیر کیا کہ وہ مفعول  
ہو ہو کر وہی لوگ اوس کی مدح و ان دوست ہو گئے۔ کہو نہ کہ کوئی نہیں  
ایسے شخص کی مخالفت پر ہنسنے ملاست کی۔ یہہ حال دیکھ کر دوست اد۔  
بھی اوس کی خوبیوں کا کلمہ بیڑہنے لگے۔ یہہ عمر کا جو دیوان سال ہنسا  
انسانی زندگی کے عروج کا زمانہ ہے۔

وہی درز سوں نے اوسے اور ہی جست و حلاک اور سٹول بادل  
اور مخلصوں میں آنکھیں اور انگلیاں اس کی طرف اٹھنی تھیں اوس کے  
موت و اعلیٰ تہمت سے بھی زیادہ فہمت پر فروخت ہو رہے تھے۔

حاد کی خوبصورتی اور ہر دھڑکنے والی بات کو گرا فریڈی میں  
 ایسا لگتا ہے جیسا کہ میں نے پہلے کہا تھا۔ آج کل حاد کی کوٹھی کے فیس ایک دوسرے  
 کہاں لگائیں تو کس ہوتی۔ یہ لہڈی فن مصوری سے اچھی طرح واقف تھی۔ اور اگر  
 ان موقعوں اور جلسوں کی تصویر کشی نہیں جس میں حاد کی شرکت ہو یہ تصویریں  
 ہا نہیں ہا یہ کس بھی حالی میں نہ کہ ان دنوں حاد کی تصویر سے البم کی آرائش  
 کچھ تیس میں شمار ہونے لگی تھی۔ لہڈی فن مصوری کے علاوہ کچھ وسیعیت میں بھی  
 دل رکھتی تھی اور طہا ہری ناؤ سگھار سے اپنی حاد ادا سن کو اور رونق دے کی  
 بہت سائق تھی۔ یہ وہ رہنما حاد سے بے غار کا سب واقع ہونے اور وہ بہت  
 کا وقت ہا رہا ہم با کوئی دلکس راگ سے ماؤں دل فریب صورت۔ کیے ساہم  
 گلگت میں گذرنا لگے۔ جہاں لہڈی کی دلیرا ماہ ادا میں کسی نوادیں کو

معلوم ہوا کہ ٹھٹھ سے ٹھٹھ سے سانس ہر سے ہر محبوب رگرتی نہیں۔ اور یہی حالتِ اہلباض بن سگھنہ اور ہشاش کردیتی نہیں۔

ایرمل ۱۸۹ء کی پہلی اوار کادن صبح کا سہانا دفت ہے۔ حامد اپنی کوٹھی کے سر آمدہ میں بیٹھا ہوا ہے۔ سامنے ایک خوشما جوٹی سزنگی ہوئی ہے اور وہ ایک کانڈ کے برے بریکچہ لوٹ کر رہا ہے۔ اس کا اسعراف بنارہا ہے کہ کسی ضروری اور بڑے کام میں مصروف ہے اور مارا گھڑی پر نگاہ ظاہر کر رہی ہے کہ کسی اچھی آئیو الے امر کی ننت ہے۔

سامنے کی روش پر مس کیتھارائن اٹھ کھیلان کرنی ہوئی آرہی ہے مگر حامد کو ایسی مصروفیت میں ذرا اطلاع نہیں۔ مس کیتھارائن کا انداز حرام اور اس کا حامد کی طرف کن آنکھوں سے دیکھہ دیکھہ کر سکا۔ اسے نکلتی ہے جھول نوڑنا اور پھر دل عشان کی طرح مسل کر پھینک دیا۔ ستارہ جیال بن فیون کی لغزش اور پھر ہر لغزش پر تبسم آمیز میں جمن اور عدا حامد کے متوجہ کر کے کو کچھ ہوٹوں ہوٹوں میں کہے جانا یہ سب ایسی جاہل نہیں کہ جب حامد کی نظر اوپر متوجہ ہوئی نوچد منت تک دوبارہ کانڈ کی طرف متوجہ ہوئے سے قاصر رہی۔

از کجائی آئی او سرست حولی محوار عطر اکین نامدین عشران تکر حامد  
علی الصبح کہ مردم کار و مار روند بلا کشتاں محبت کوئے مس  
ہاں ہاں ہر جا کہوں گے کہو نہ کہو کسوئی مار زند حامد  
داہ و او توں کہو کہ میں نے فارسی پڑھ کر ہی ڈلوئی مس  
اور پھر کہا ہے مار کے معنے دوست کے ہیں۔ کہا آب ہرے دوست نہیں ہیں ہر جا  
ہاں تو یہ کچھ عجب نہیں۔

حامد  
ہاں کون نہیں میں تمہارا دوست اور ہم ہرے دوست۔  
سرا  
(دراؤنگ کر) یہ کہو نہ کہو؟

حامد وقت کم ہے، اور ہم میرے کہنے میں خلل انداز ہوئیں۔ تم آئیں  
اور میں نے کام کو خبر بادی کہا۔

س تو خیر میں جاتی ہوں آپ اپنا ہرج نہ کریں۔

یہ کہہ کر لیڈی نے برآمدہ سے پیچھے قدم رکھا۔

حامد ہائیں! ہائیں! بات سنو۔

س (جواب نہ دارد)

حامد سر کے گلہ بستہ سے ایک پھول نکال کر اور لیڈی سے ہیکہ کیا

واہ بہم ہی کوئی مات ہے۔ ایسی تک فراہمی۔ تم سے کچھ کہتا ہے۔

س میں بہر آسکینی ہوں اب آپ کا ہرج ہوگا۔

حامد ہمیں ابسا ہرج ہنس ہوتا۔ وہ نو لیکچر کے واسطے دو تین منٹیں جمع

کرنے تھے۔

س آپ کو لیکچر ہی سے مصائب ہیں ہولی بڑے کھارے نفور ہو کر

حامد لوگ آکر اصرار کر رہے ہیں تو میں کیا کروں؟

س نو کیا آج ہی جلسہ ہے۔

حامد آج لو سمجھئے۔

س کھانا۔

حامد وارڈ اسٹیٹوٹ میں

س میں بے مہاری لیکچر دے ہوئے تھو بہر ہنس لی آج اس

حامد حاشہ کی تصویر لوں۔ کیوں؟

نوٹس اسٹیک مولوی سیرالاس اسماں جسٹس کورٹ اور۔ اور ہوئے۔ تو اس کی تائید اور

اصلاح کے واسطے ایک فورڈ مائیکس کیا یہاں مل سکے ان ہی کہولا۔ ہونے عرصہ کافی بعد طلباء کی جمع ہو گئی اور وہ سب نے

تایاں رقی کی حصہ داروں کی تعلیم میں بہت کامیابی ہوئی۔ اور امید تھی کہ ریاست کے کم رسسویں ملک کی دولت بہت

ملا سوں گی کہ مولوی صاحب مدد کر کے حصہ حاصل کر لے کہ بی مدر کی طرف توجہ ہوئی۔ اور رتہ رتہ نوٹروا لایا گیا۔

سین نہ ہو مجھے تو ہے حامد! میں تمہاری نہایت ممنون ہوں آ  
 یہ صرف آپکا طفیل ہے کہ اب بڑے بڑے آدمی مجھ ہی سے لہو سر کہنیجاتے ہیں۔ درہ پہلے  
 کون جانتا تھا۔  
 حامد  
 آنکھ کڈلے!

## باب یازدہم

دیکھنا تقریر کی لذت کو جو اُس نے کھا ہاں ہے کہ جانا کہ گویا بہہ ہی بہرے دلہن تھا  
 اتوار کا دن صبح کے نو بجے اور ڈانسٹیوٹ کے دروازہ  
 پر سوار لوں اور سواروں کے یرحمے ہوئے ہاں مٹرک برکھوڑے گاڑیوں  
 کی کثرت سچارے سیدل راستہ چلے والوں کو عجب رشتانی اور کلف میں ڈالتی ہے  
 کیونکہ سلسلہ اس قدر دور تک جلا جاتا ہے کہ اکثر موصو ہر ہر کو ایسی جھلجاں کی  
 خاطر بہت تکلف اٹھانی پڑتی ہے۔ اسٹیوٹ کے دروازہ یر حوشنا درحوں کے  
 پیون اور ملیوں کی آرائش اس وقت عجب پہلی معلوم ہوتی ہے۔ دروازہ کی پیشانی  
 پر سے سورج کی کرنیں "ویلم" کے چکدار سنہری حقوں پر پڑ پڑ کر و شہر کی آنکھوں  
 میں چکا چوند پیدا کر رہی ہیں۔ دروازہ سے ہال تک بھری کی مٹرک کے کنارہ خوشما  
 یوں کے گھلے چپے ہوئے ہاں میں مارت کے صناعتی ایسے ایسے عجیب  
 گل کہلائے ہاں کہ مقرر آکھیں جبر۔ اور استعجاب کے سانچے دیر تک دیکھتی ہاں اور  
 سبر ہاں جو تہاں۔ اور اوس یر ملیوں کے سلبہ مند ہاں نے اون کو ایسی عکاسی  
 سے مرتب دلا ہے۔ کہ اداں کا س اور وبالا ہو گیا ہے۔ خصوصاً اُن کی ہاں  
 ہاں کے سٹر ہوں یر۔ کھپے کے قابل ہے۔ کیونکہ یہاں حوشنا یوں وں کی کمر تہاں  
 عجیب عجیب ہوں کی نہاں سے مادا ہاں آکھیں طور شو کے وہ کہ میں پڑتی

ہیں سسٹر ہون۔ خوشامیج ما امدار کے کنارے اس قسم کی خوشامیج یا دل او بہار  
 جیتم تھوڑے سے دکھی جاسکتی ہے، لیکن رمان مستحکم ہے اور ہمیں ہوسکتا  
 وسیع مال کی دلواریں خوشنما قطعاً اور لہذا وہ آراستہ ڈراموں پر پیش ہوا  
 قالین پیچھے ہوئے ہیں۔ اور آہر ہماہریت نفس کر سیاہی نگار و فطارت لگی ہیں۔ ڈھنڈھ  
 ایک بڑی مسز بھی ہے جس پر خوشنما گلہ پڑا ہوا ہے اور پرستار کی غائب  
 مریضہ کرسی پر ابڑھی ہے۔ ۱۰ کی شمع اور میاویں پر ایک لاس میں۔ لیکن اگر  
 اور دیگر امراتوں کی کرہاں ہیں۔ ۱۶ نی فوٹورٹی میں سے نظر نہیں۔ میز پر بھی خوشنما  
 گلہ انوں میں دو گلاستہ کچھ ایسی دلفریز اور خوشامیج سے رکھے ہوئے ہیں کہ  
 ان کی بیاری بھولوں کی دلکش خوشنما ۱۶ دھند بھولوں کی دلربا صو۔ ست تھوڑی دیر  
 کے لئے ہر وہ ہر ایک ہماں کی کوٹھ عالم محو ہوتا ہے ایسی طرف سے کھینچ لیتی ہے۔  
 ہالی کے دونوں طرف جماعتوں کے کمرہ ہیں۔ جس میں دریوں کا فرش ہے  
 اور آئینہ مسج اور ماسٹرڈ کی کرہاں میں۔ سے رکھی ہیں۔ حامتوں میں  
 دیواروں پر کھائے لہذا ہر دو قطعات۔ کہ مالا کے اندر۔ اور دیکھ جائے اور  
 ہیں جو ملاوہ کھان کی آراستہ کے عمید، و عریب معلوماست کا ذصرہ باسانی رماوہ  
 کرنے ہیں۔ مدرسہ کی عمارت کے سامنے بھی ٹاسا خوشامیج ہے۔ جس میں امودہ دار  
 ڈالمان چوم رہی ہیں اور خوش الحان۔ مدے شیشے شیشے، راکگ، گار ہے ہیں۔  
 اور چونکہ آجکل موسم ہمارے ہے کیا رماں مالوں کا ٹکڑاں رہی ہیں۔  
 سائے رو سنبل درشتا وہ۔ معذرت میں۔ سسٹر ہماوہ  
 باغیچہ کے۔ سر می حامیہ اور ڈاکٹر اس سہہ میں میں تہیں کمرہ ہیں۔  
 کہ سہ گویا سہا، می آراستہ اور آرائش کا موہ ہیں اب، ایک کمرہ میں دو  
 دو طالعون کے رستہ کی جگہ ہے۔ ان کے ووں میں انکا ہی مسج اور  
 ایک ہی مین کا سامان نظر آتا ہے۔ اور ہر حال میں دو گلاستہ کے عریض  
 سے لائے گئے ہیں ان کی مسابہت، اور اس میں۔ دو گلاستہ ہر حال میں

جانب طلبہ کی مسہر ان لگی ہوئی ہیں۔ دوسری طرف دیواروں کے برابر کتاؤں  
 کی الماریاں اور مہنہ کر سی رکھی ہیں۔ مہنہ۔ کلو تہہ اور اوس یر عسلم کا  
 ضرور ہی سامان خوش سلیقگی سے رکھا ہوا ہے۔ خوشنما چہنوں بن الہا  
 اوقات اور دستہ۔ العسل کے نفلہ بڑے ہوئے ہیں۔ ۱۰۱ رہہ ہی انکو  
 کردوں کی آ۔ ایش ہیں ہر ایک کمرہ کے متعلق ایک ایک حمام اور ملازم کے  
 رہنے کی جگہ اوسی کمرہ سے ملتی ہے بڑے ڈنگ کے پہلے تیس کمرہ تین دور  
 وسیع کردوں کے گروہ ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک ریڈنگ روم  
 ہے جس میں ایک بہت بڑی منر لگی ہوئی ہے اور چت میں بڑے  
 بڑے قہنی لیمپ لٹک رہے ہیں۔ جن کی روشنی سے۔ است کا دن ہو جاتا  
 ہے تاکہ طلبہ بے تکلف بڑھ سکیں۔ وہ راولڈ انسٹا ہال ہے اور تیسرا  
 لائبریری۔ لائبریری کا کمرہ ہنا بن آراستہ ہے دیواروں کے برابر  
 الماریاں لگی ہوئی ہیں۔ حوائش پہانڈا لون سے میر ہیں جو دما کے  
 بڑے بڑے نامور مصنفوں۔ اور حکموں عالموں کا سراجہ ماز رہی ہوں  
 وسط کمرہ میں سنگ مرمر کی ایک گرل میز ہے جس پر چند اخبار رکھے  
 ہیں۔ کمرہ میں بہت سی دس آرام کرسیاں بہت نرم سے لگی ہیں جن پر توفیں طلبہ اپنی صحت  
 قیمتی وقت میں اسے دل و دماغ کی آرام بخشی کوٹتے ہیں

آج طلبہ کے چہرہ کی مسرہ۔ دیکھنے کے قابل ہے ان کے چہرہ سے  
 خوشی کا اظہار ٹپک رہا ہے۔ دن بتاش اور کچھ محبت کھن ہیں۔ یہ بہت  
 اچھے اور عمدہ مڈریس ہیں۔ یہ سہ سہ کے ہال میں صبح ہیں۔ ان کی تاشگی  
 سجدہ گئی۔ نماز۔ ان کی اوسادوں کی لیاقت اور عمدہ تربت کا  
 ثبوت دے رہی ہے۔ استادوں کا اسٹاٹ معذر  
 ہالوں کے استقبالیہ کمرہ ہے۔ جن کا اس وقت

تانتا لٹک رہا ہے۔ مہان آتے اور قریب فریہ سے بٹھائے جاتے ہیں۔  
 ابھی تو نہیں کچھ مگر ہال پر تاج چلا ہے۔ استاد اپنے اپنے یونیورسٹی  
 کے گروں پہننے دلسوزی اور سرگرمی سے انتظام میں مصروف ہیں۔  
 حدام باادب جا بجا ایستادہ ہیں۔ اور نہایت شوق و اشتیاق سے صدر  
 مجلس نواب بشیر الداؤلہ سرا آسمان چاہ کے بھی۔ اس۔ آئی۔ کی تشریف  
 آور ہی کا انتظام ہے۔ مہانوں کو پروگرام تفصیل کر دیا گیا ہے۔ اور اس کے  
 پڑھنے کی مصروفیت نے اُس سنجیدہ دہشے غل میں جو اسے موقعوں پر ہوتا ہے  
 کمی پیدا کر دی ہے۔

ہمارے دوست مسٹر حامد اکبر اور مسٹر نوجوان وزیٹر کے ساتھ داخل  
 ہوئے ہیں۔ بہت ہی تپاک سے سپرنٹنڈنٹ صاحب وارڈ انسٹیٹیوٹ سے  
 مصافحہ کر کے بائیں کرتے ہوئے ہال میں داخل ہوئے۔ بہت سے احباب  
 سے ہاتھ ملایا اور حراں حرامان ڈینر پر پہنچے۔ کیونکہ لیکچرار ہونے کی حیثیت  
 کے انہیں ہال گلہ کی کئی ہی۔ پروگرام دیا گیا اور بہت اوسے پڑھنے

پروگرام

- (۱) سپرنٹنڈنٹ صاحب وارڈ انسٹیٹیوٹ سالانہ رپورٹ مدرسہ مسنگ
- (۲) شمس العلما ر خاں بہادر مولوی جمیل احمد خان صاحب منظم پڑھیں گے۔
- (۳) کیتھان مولوی مرزا حامد۔ اہم اے تعلیم پر لیکچر دیں گے۔
- (۴) مولوی جمیل احمد خاں صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ایل۔ ایک مختصر  
 اسپیچ دیں گے۔

نوٹ: ۱۔ ماسنگ۔ مالو اور دایع ہوا۔ ۲۔ لی۔ اے اور ایم اے و دیگر اسٹ کے اعلیٰ تہوں  
 پاس شدہ اشخاص کو ایک خاص قسم کا طلبہ ہو گوں کہلاتا ہے۔ دماغات ہے۔ بہت گوں عموماً اسے طلوع  
 ماسنگ میں بہا کر لے ہیں ۳۔ لی۔ اے میں مولوی محمد جامع صاحب سرٹیفکیٹ وارڈ انسٹیٹیوٹ ہے۔



۶۔ سب نصیح الدین و مرزا سعید احمد بیگہ صاحبان کو اور ڈاکٹر سٹیٹ حاضرین  
جلسہ کی نشر و پراپیگنڈا کے لئے ایک منظم کمیٹی بنائی گئی اور بعد ۱۲ بجے  
جلسہ شروع ہو گا۔

گورنمنٹ مین نوبل اور سائبرجی ایک منظمہ شور میں ایک آدمی کو آواز  
مدار الہام بہادر شریف لائے ہیں کہتے ہوئے سنائی دے۔ نہایت ادب سے  
صدر مجلس صاحب کا استقبال کیا گیا اور ان کی کمری صدارت پر تقریر فرما ہوئے  
بعد کارروائی جلسہ شروع ہوئی۔ ہر طرف ست تا چار گھنٹہ تک ہر طرف  
سپرٹنڈنٹ صاحب کو اس سال بن مدرسہ کی ترقیان اور دیگر کوائف بیاں  
کرتے ہوئے صرف ہوئے۔ اور آئندہ بہت اچھے ایجنڈے پیش کرنا کا اظہار کیا گیا۔  
مولوی جمیل احمد صاحب کی نظم نے حاضرین جلسہ کو بہت محظوظ کیا۔ آپ کی  
نثر میں کلامی، فصاحت، بلاغت اور بلند واری طبع ایک مصنف کی داد سن  
چیز کے طور سے ہاں گونج اٹھا۔

ادن کی نظم کے بعد ہمارے ہر کی ماری آئی وہ محبت مرزا انداز۔  
ڈیڑر کھڑا ہے عالم شباب کا موسم بہار اور اس کی لاقوت کا سا جو کو سر ہٹا  
ہنا اس کا باعث ہوا کہ بعض نظر بن رشک سے اور اس سے اس بڑے  
اوس نے گہری نکال کر دیکھے اور معلوم کیا کہ اچھے دن میں اس نے کافی ہیں  
جیب سے نوٹس کاٹے اور حاضرین جلسہ ہر سرسری نظر ڈالی لیکن جب وہ آپس  
صدر مجلس کی طرف مڑے تو کانگریس میں نے ہاتھ کے حصہ رعنے کے اظہار  
سے ولی کعبہ کا آئینہ دکھا۔ اسی مار میں اوس کے نبض ہاں سے پیدا ہوئے  
کی سرت کے اظہار میں جینر کی آواز سے اوس کے نقوش دی اور چہرے کا شور  
کم ہوئے ہی لیکر پرار کے ہوئے۔ یہاں وہ ہر سے الفاظ نکلیے گئے۔

وہو ہدا



سے محبت ہے اور سچی محبت ہے۔ نہ فی کمال خیال ہے اور حقیقی خیال ہے۔ تو  
ہمیں اپنی آئندہ نسل کو سکھانا چاہئے۔ یہی بچے ہیں جو اس اسلام  
کے نام کو زندہ کر سکیں گے۔ اور اس اجڑے دیار سے بچنے ہندوستان  
کے دن بہ دن ممکن ہیں۔ لیکن ان ہی کی اسی اور کوشش کا نتیجہ ہو سکتا ہے۔  
اکابر زمانہ وہ تھا کہ حکام وقت کو تعلیم یافتہ اشخاص کی ضرورت تھی اور اس زمانہ میں  
ٹڈل پاس کرنا لیا نیت کا نفع حاصل کرنا تھا۔ جن کو خدا نے پیش میں آکھنڈی ہوئی دیکھیں  
دنست آگاہی تعلیم کے یہ بچے ستارہ ماندہ نہ گئے۔ اور اس میں اصلاح نئی پر ہیں کہ  
ہندوستان کی آنکھ کا تار اسبند ہوئے ہیں۔ لیکن ایرانی کبر کے فقیر حرمات کی رفتار  
سے ناواقف غصے کفر و ارتداد و اہی کی جھاڑا تھے رہے۔ اور یہ کچھ ہیستے  
نہ ہونے دیا۔ اس کے سوا ہونا بھی کہا تھا۔ کہ اسے بسنی میں گرسے ہیں کہ بل  
مک ہمیں سکے زمانہ کی رفتار کے آگے بھاگ کی سزا ہے۔ اب ان کی  
اولاد آئندہ نبی شہیدی ہے اور وہ بیٹا ہائے ان۔ یہ اس ہی تعلیم کی اگر نئی  
تعلیم کو کامرہ ضرور تھا۔ ہنستے ہیں۔ میں کہنا ہوں کہ حسب کفر و ایمان کی کچھ برائی  
تو ہم کامرہ بچا رہا۔ نہ ان کا ہے اور کینا ہے اور اس ہی آجائے میں ایک ہی ہنستے  
کہ لہذا زحاک اد آہد بر کلہ خود با پند زد۔ ہر سچا ہے کیا ہوتے ہے حسب بیڑیاں  
حاک گنیں کہست۔ اور اس پر طرہ یہ کہ ای تو غفلت اور کورنت سے  
شکار نہ۔ اکبوں وہ ہے کہ تو کون اپنے زکری کی خاطر بیٹا اور یہ بیٹا  
لیکن اگر علی کی اسی ہی قدر کی جائے کہ وہ زکری کا وصی ہے۔ یعنی وہ بیٹا  
کما ہنستے کامرہ تو اس کی اس سے زیادہ ضرورت نہیں۔ ہنسی اور بیڑیاں  
کے اور ارون کی اس کامرہ ضروری کر اور پٹ ہالما۔ چہ وہ بہ نہیں  
بانیستے کہ اس کو لے کر امیر لیا سرا۔ ہنستے اور لالہ لالہ پٹا ابتر  
اوٹ اور ادارہ کہ کامرہ ہنستے ہنستے ہیں ہنستے ہنستے ہنستے



- یہ حار سے ہندوستانوں نے ابھی سیکھ ہی کیا لبا ہے کہ آپے سے باہر ہو چلے  
چلو ہی بہر جو پانی میں گز بہرا اہل جٹ۔ یورپ کی بسری کو تو ابھی دتین چاہنیں  
اتنا ہی تو نہیں کہ خود ملک اور اہل ملک کے لئے کچھ مفید ہو سکے اور اگر مفید  
ہوتا تو اجبور و زگار کی یہ نہ نثر رہی ہوتی - ٹھے بڑا سا مالون  
کا تو کہا ذکر ہے آج کل ایک واسطائی کامس اور وٹری کی سوئی درکار ہو تو لو ریت  
کا ہاتھ تکتا بڑتا ہے - عرب ساغرب ہو وہ بھی ان کی تجارت کو نفع پہنچاتا  
لفظ ہمیں رہ سکتا - اور جب ہم اس طرح ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھا بنکے تو خواجہ  
دوسروں کو ہاتھ رنگے کا موقع بلگیا ہمہ کارت ہی کا تو سردہ ہے کہ ہندوستان  
بلکہ ہی چیلے خالی ہو گیا اور کسی کو کانڈون کان خر نہ ہوتی - اولوں کو ذرا نہیں  
کہنتے کہ اس تجارت ہی کی مدولت ہندوستان اس سرے سے اس سرے ملک  
انکر مٹی فصہ اختیار میں آگیا -

خدا کی دین کا سہی سے پوچھئے احوال کہ آگ لپٹنے کو جا تیں یہ سب ہی مل جائے ہمارے نوٹ پوڑ پن کا بہرہ حال ہے کہ روٹی ہمارے ملک میں پیدا ہو اور کھڑے ولایت سے سے ہوئے آئیں اس صنعت و حرکت ہی کی بدولت دہلی انگلستان میں ٹوٹ پڑی ورنہ یہ دن کسی سے کون جہنم سکنا ہے اگر

— (1230-1231)

انوال کا کوئی نگار۔ رہا عام رعایا کی ہمدردی کا حال بالکل خاتما رہا۔ اور جو مکہ وہ ماسواہ سے  
ڈرے ہی نہ تھے اگر مرادو سے وہم ماہا حب دریب رہا است کی ماریکی عار ہی ہستی لڑ ہی بیٹل  
لورٹ (ہاگہ وارہ وار) دل نہ ہا۔ یہ لورٹ مار کر لے لگے تھے۔

ایک ایچ بھی تو تیری ملک و قوم کو فدا کیا ہوتی نہیں۔ اللہ علم بڑھیں اور اوسکو  
 رما دے وہ کام میں صرف کر دیں تو امانی اور بکنس و علم ساتا تا و علم حریفیل تو  
 ہمارے ہاں کالج بن بہت پڑھتے ہیں گایے کتنے ہیں کہ زراعت کی تہہ ہوں  
 باکلیں بنانے میں اوسے کام میں لائے دون۔ ہاں ڈپٹی۔ کلکٹری اور کسٹ  
 اسٹنٹ کسٹری کے امتحان پر رس کی رال ٹیکٹی ہے اسے ہی سہ کتنے ہیں  
 دض النشی فی عبد محملہ۔ اگر کچھ کرنا ہے تو علم سڑ ہو اور عالم ماعل بنوان  
 پوہمہ حنفیر و ولیم رب ارشیں ہو اور برب و شجارت کو نہ تھی دو علم اخلاق  
 بڑھ اور غلامانہ الموار کو سنوار و نہرا بڑھنا اور اس رفل نہ کرنا تو حاصل ہو  
 سے بدتر ہے کہ ابن الماریس نہ رکھی رہیں ہمارے دماغ میں اون کے  
 مہاں سا بھرے رہے۔ کلکٹر۔ ٹیکار و نہ تو ضرر سمجھ آئے گا اب تو تھو علم حاصل  
 کرنے کی ضرورت ہے وہاں کی طرف غافل نہ ہو کر کوئی متعلقہ کو اپنا کام کر کی ضرورت  
 علم حاصل کرنے کی راہ چھوٹی ہے یہاں کی آ ان کام تو بے مہنہ شام  
 صبح کے صبح سے شام اسی دن میں اس امر ہوتا ہے اور ضرر ہوتا ہے ہاں کچھ حاصل  
 رہے تو ملے لیکن ضرر نہیں ہو رہا وہ حاصل دولت ہو اگر ہم دولت حاصل کریں تو  
 کو اس سے علم حاصل کرتے ہیں۔ انہم شہ نصف کو رد بل کا غلام بننا۔ یہ جو بہرہ  
 اس وقت کا کچھ کم حاصل ہوا اور یہی اس کو غلام بناتی ہوئی جا۔ ہے کہ اسکا اول  
 ہمارے ہاں درجہ ہمارا الہی ہے اور ناکارہ با نون سے ہاں کہ ہو۔ (پیر)  
 اور ہم دارالہدیر فرا اس اوس۔ کچھ فی۔ یہ اہم نہ کرنا یہ شہ کا  
 ہاں ہم۔ کوئی نہ۔ ہاں کہ۔ ہاں کہ۔ اور ہاں کہ۔ ہاں کہ۔ ہاں کہ۔  
 اور ایسا اثر ہوا۔ ہاں کہ۔ ہاں کہ۔ ہاں کہ۔ ہاں کہ۔ ہاں کہ۔  
 کہ ہم ہی ہی ہاں کہ۔ ہاں کہ۔ ہاں کہ۔ ہاں کہ۔ ہاں کہ۔

سے مہاری اب دیر لیا اس لیے کا۔ اور اب ہم یہ نہ کہہ اڑو گے کہ یہ صدمہ  
 اپنی کو مبارک امن اس کی پرواہ نہیں کہ نہ کہ ہمارے ماں اس سے ہر دولت  
 ہے اور یہ کہ ضرورت ہے کہ ہم دنیاوی اعزاز سے ہمیشہ پرہیز۔ لیکن وہ عورت  
 جو خوشامد، جاہ و سہا، مال و انعام و فراخ سے حاصل ہوئی ہے  
 خدا تمہیں نصیب نہ کرے۔ بلکہ وہ حقیقی عورت کہ اگر کوئی دوسرا تمہاری  
 عزت نہ کرے تو تم خود ایسی عزت کر سکو وہ عورت جو دنیا ہر کے اعزاز و احترام  
 سے تم کو مستغنی کر دے اور وہ عورت جو کائنات میں جس کے دل سے یہ حاصل  
 ہوتی ہے۔ (چہرہ)

حدا کی ہے انہما ہر ماہ بن میں سے ہر اذناں کے راہ۔ لے لے کے  
 واسطے مرد دل فرما ہی ہن اکس کا نشہ ہن ہے اگر وہ سلسلہ نام شجاع ہونا  
 ہے مگر اس موقع پر مناسب معلوم ہونا ہے کہ من تم کو کائنات میں کیسے  
 سمجھاؤں تمہاری عمر بن اس درجہ پر پہنچ گئی ہے کہ کاسر سے دل جی جی  
 تمہارے دل نشن کی جاسکے اور کہ من اسو اب اسے شاید یہ سیم (دنیائی  
 لیکن) کی حال گزار جاؤں تو سب یہ کہو، ہاں کھیل جائیں گے ہاں کھیل  
 فوت ہے کہ انسان کو سر سے کام کرنے وقت ملا تھک رہی ہے۔ اور آریہ  
 اپنی ڈھائی سے اس میں اصرار کیے جا رہے تھک رہی ہے۔ ایک قسم کا ہر زندگی  
 اور لاسٹ آف ہر شے ہوتی ہے۔ یہ وہ وقت ہے کہ سب ہر ہر کی ما  
 الوداعی یا انسانیت بائیکسی یا لہافت کا تیج کی کوئی کام کرنے اب وہ اسی  
 ہی اندر آرام و دلہرے خوشی کشتی ہے کہ یہوں نے اس کا رہا تھا  
 ہے، جو اب جا رہے ہیں یہ وہ وقت ہے کہ جب ہم کوئی دھوکہ از ہی یا خوش  
 کسی اور ناہائز و سب سے امان کام نکالے۔ لے میں ما اور کوئی کامیابی حاصل کرتے  
 ہیں تو ماہر و ملکہ پورے ہوتے ہیں۔ کیونکہ دل کی نہیں کہلاتی۔ یہ وہ وقت  
 ہے کہ یہ ہر ماہ دل۔ اپنی طبیعت کا اقرار کر رہے ہیں اور ان کو ملتا

کر: یہ ہوں جو جاتے بشبانی کے ہم ایسے دل  
 بچہ بچی ہی لظرون بین انا وقار ز بادہ معلوم ہونے لگتا ہے۔ جب تک کہ تم  
 اپنی نظر میں اب باوقار ثابت نہ ہو جب تک کہ تمہارا دل گواہی نہ دے کہ فی الواقعہ  
 تم سب سے ہی لائق اور جوہر قابل ہو جیسا کہ تمہاری بہت خصال کا تا ہے۔ کبھی  
 رست سب سے کہ عورت کے دربار میں تم کو بار حاصل ہو گیا یہ مدت سمجھنا کہ یہ نہایت  
 بڑا کام ہے خود امتحان کے دیکھو ضرور تم کو مجھ محسوس ہو گا۔ اور اگر تم کو  
 نصیحت پر کار بند ہو گئے اور اس کا کہا مانو گئے تو بہت فائدہ ایسی فوری ہو جائیگی  
 کہ تم وہ آواز نہ ابھرن سکو۔ اور یہ تم کو کسی اخلاقی تعلیم کی ضرورت ہے نہ  
 اسے ماہ کی نہ رہنما کی۔ جس کی آکھن رو تنہا نہ دیر اغ سے کیا دیکھ سکتا  
 ہے اس طرح جس کے ہاں نور ہو علم اخلاقی اس پر کما خاک اثر کرے گا  
 (رجب: ز)

تمام انسان وحشی کے طالب ہیں لیکن وہ اس سے ڈرتے ہیں۔ وہ اس سے  
 آسانی ہیں۔ ثانی خواہشوں میں۔ ناحاتہ مشکوں میں حباب و لولون میں  
 شفاوا میں سکار لہو و لب میں۔ صبح اوقات میں بھلا وہ یہاں کہاں۔  
 حقیقی نہ شی۔ یہ ہکا۔ نہ بین۔ محنت۔ ہمار دی۔ نفر کنی۔ جھاکشی۔ ہا بندی  
 اوقات۔ کس کمال۔ عرض وہ امور جو نص لواہ کے موافق ہیں۔ اب  
 وہ ان کے ہر عہدہ عہدہ فرس برسوں کے۔ اور صبح کو اسے تو کس قدر  
 عالم طبع کی شکایت۔ وہ سرے۔ وہ کہ نہائی کی رائے جہاں کے سامنے  
 بر سر کر دی لیکن وہ وہ ہوئی یہ۔ نے کہ بھائے دوام کے سر بہ تاج ہو کر چلے  
 اگر عہد اور شہر حاصل کر لی ہے اور حقیقی خوشی۔ کے طالب ہو تو اس  
 وقت کو متم حال۔ سبب کی راتیں کتاب کے سامنے صبح کر کے نوٹ ہمارے  
 نام تہرے کے آسمان بر آقا۔ وہاں کب طبع زبکین ہنگے۔ تو کبیر و آؤٹ وغیر  
 نوٹ۔ لے لکھتے ہو حاصل ہیں۔



کمال حاصل کرنا بشیلی پر مرسوم حنا نا نہیں۔ عمر میں صرف ہو جائیں جب حاکم کچھ  
پہلے ملے تو ملے بچیں اور جوانی تو بہر پور اور شاید بہت ساحلہ مڑا ہے کا  
بھی صرف ہو۔

قمر نہا مابد کہ تا یک کو دے از لطف طبع  
ماں ملے کامل شود یا فاضل صاحب سخن  
ساحلہ باید کہ تا یک سنگ اصلی از آفتاب  
اول گرد و در مدفن ان ماضیق ادب  
نہا مابد کہ تا یک ست یثینم از پیش پیش  
صوفی را خضر نہ گرد و یا حمارے رارسن  
ہفتہ ہا مابد کہ تا یک پیشہ از آب گل  
شاید سے را حلوہ گرد و یا حسد و رکض  
روز ہا مابد کشیدن از تلارے سہار  
تاکہ در عوف صدف مار ان شود و دان  
لیکن نہ سمجھنا کہ اس حصہ میں مرہ ماتا ہی نہیں وہ وہ پاؤں کے کہ دنیا ہر  
کی منتہی ہے سب معلوم ہر نہ لگیں گی۔ اور ایک وہ جسکا لگنا شرط ہے ہر  
جسٹاؤ تو نہ ہو سٹے۔ مع چٹنی ہیں سے منہ سے مہ کافر لگی ہوئی۔

کسی حکیم کا قول ہے کہ ہمارے دل کی کیفیت فارسی کی  
آگ کی سی ہے کہ اسے ہر وقت روشن رکھنے کے لیے کچھ اندھن  
کی ضرورت پڑتی ہے اس لیے کوئی نہ کوئی دھن ہیں ہی لگی رہی ہے۔ اور  
اگر عہدہ اور بکار ابد کا نہ بن نہ لگنا جائے تو وہاں حیاں سو جھکے  
ہیں۔ ناکہ کوئی کچھ ششماہ حاصل ہو۔ سلج اس ابتدا کی تا یہی ہے  
کہ آرام و خلفا سے خط حاصل ہوتا ہے ہر اسون اور آرام طلبی کی  
بڑے ہو رہا ہو حالی سے اس لیے اول اول ذرا آستی سے پاندی اوتاقا کہ  
کام میں لا نہ سے ہر بکاری اور سے مسائل سے نصرت حاصل  
ہو جاتی ہے۔ تہو۔ یہ دن ہوئے کہ میں نے آس بات میں ایک کتاب  
ٹہی نہیں کہ کوئی صاحب میری سرکہ۔ چہ مکان میں لے گئے اور ابسا  
سکان رہے۔ پھر سکے اسٹے عنایت کیا جس میں پائیں مانع ہی تھا۔ ناکہ ہر طرح  
طبع نہ لگے۔ لگی حاصل ہو اتفاقا جس دن میر صاحب گئے ہیں مانع کی

کھڑکھاں بند تھیں۔ برسرِ نگر گذر گئے انہوں نے ادھر آنکھ اٹھا کر بھی نہ  
دیکھا ایک، وہ کسی دوسرے سے سنایا تو آپ نے اپنے مسودوں کا طرف  
اشارہ کر کے کہا کہ مجھے اس بارے کی ہمارے آگے سبب پیچ معلوم ہوا ہے  
دونوں کو دیکھو کہ بادشاہ دہلی کے استاد می اور ملک الشعراء کی لفظ  
خاصی نوشتہ حال زندگی بسر کرتے تھے کہ ایک تنگ و تاریک مکان میں بسر  
کرتے تھے دو ستون سے بار بٹھا رکھا تھا کہ کسی دوسری محویت کے سبب  
ادھر کا ہوش ہی نہ تھا۔

ستم کن آنکھوں کہ نہ اتم رہے خودی ارضہ جمال کہ آمد کد ام رقت۔  
آج کل وہ زمانہ ہے کہ علوم و فنون کی نگاہ نہ ہی پہنچے۔ اور ارادی  
کے راج میں راجا ہے۔ یہ جات تک سب اپنے اپنے ہمت و عہدہ ایسے کہ  
موافق کام و دہان سہرا کر رہتے ہیں۔ البتہ انگریزوں کی زبان کا بہرہ دار  
بٹھتا ہے کہ جب تک اس سے شہنشاہی نہ ہو تو اس کے رسائی حکمران نہیں  
سہرے عرواں کل اور سپکی ترقی کا وہ عالم ہے کہ اگر ہم آئینہ بدست  
یا آئینہ ہی مارے گی کوئی کتاب لکھی جائے تو پورے اس کے کتب خانوں سے  
اس کا ادبے نصیر جاری نہیں۔ انہوں نے بے اعتباری سے ہر علم و  
فن کا جو دوسری زبانوں میں مفید تھا اسے ہان پر چھ کر لیا۔ اور کہہ  
ہا لے ہاں یہاں تک کہ عہدہ قلمدار اور حکمران ہی اس چوڑے۔

سائنس و حیران کے گہر کی لونڈی ہی انہوں نے کہا ہے کہ سائنس  
جس کی ہندو نگہرائی کرتے تھے اور نگہرائی بھی نہ تھی۔ یہ آج پورے  
کے کتب خانوں میں اس کی مقدس سے مقدس کتابوں سے آئینہ بہرہ  
پڑے ہوں۔ جس میں سنی و کوسٹن سے انہوں نے آئینہ بہرہ لیا ہے  
وہ دیکھ کر قائل ہے۔

مسماں لہ بہرہ ۱۰۰ ایکڑ ادب اور

جو لوگ عربی زبان حاصل کر لئے ہیں وہ یہی برائے نام جند مذہبی کشم  
 پڑھتے براکتفا کرتے ہیں اور کوئی جانتا بھی نہیں کہ ان کے خزانے کیے  
 کیسے بیش ہوا جو اسرار سے بہرہ بہن اور اگر یہی حال ہے تو ایک دن تمام  
 کتابیں تلف ہو جائیں اور زبان ہی زبان رہ جائیگی۔ اور افسوس ہے  
 کہ بہت کچھ تو تلف ہو چکا ہے ہندو کائنات میں ہیں جب اول کو اوہ پاک  
 زبان جسکے باغ میں فصاحت و بلاغت کی رنگ گھنٹا بہتی تھی۔ جس کے گوہر  
 میں علوم و فنون کھیلے تھے۔ آج بڑا بونہار ہے۔ مسلمانوں کا بہرہ  
 حال ہندوؤں کی پہچان کیسے چار یار اور پیاروں بھکار۔

ہندوستان کے مسلمان اور ہندو دونوں کو اس گنہگار اردو نے  
 کہو یا ادن سے عزتی چھٹی اور ان سے سنسکرت رفتہ رفتہ جہالت  
 یہاں تک بڑھی کہ زبان کا حاصل کرنا ہی مشکل ہو گیا۔ اور من کو ذرا  
 بھی سند بد ہو گئی وہ گنگہ فاضلون میں گنگے جاتے اب اول زبان میں  
 کما حد استعداد پیدا کرنا اور پھر علوم پڑھتے رفتہ رفتہ تکلیف الایطاق  
 بن گیا۔ کیونکہ ہر شخص ابھی فرصت اور ذرا بچ کہاں سے لائے۔ بیوہ ہوا  
 تو یہ ہو کہ سنسکرت تو عالم بالا پر۔ دھاری۔ کیونکہ ہماری۔ یہاں  
 نے اسے صرونہ دربار تک محدود کر کے عام کے دل و زبان پر ابھارنا  
 کر لیا نہا۔ رہی عربی سو چراغ شری۔ کلاسکی لکچر ہر۔ نکاح و نہ نام  
 مافی سہے ورنہ وہ تمام حشہ بند۔ ہو۔ گئے۔ عربی۔ سے علوم و فنون کے کلزار  
 طواہاتے تھے۔ اردو بچا رہی ابھی کے آمد دی تھے ہندو اس میں آوا  
 مطالب کے واسطے پورے الفاظ تو بہر اس زمین علمی زبان سے کو نور  
 جاتے۔ عرصہ ماید کہ یار آید نہ کنار۔ سر کی کتابیں نوچہ در و ر سے حال حال  
 نظر آئے لگی ہیں وہ۔ شاعری کی بہرہ ر تھی ادب میں بھی گل۔ طبل کی کہانی۔

نہیں و فرما دے کہ مائے اور اور چند قبذلی مضامین کے سوا جو روز ازل سے  
 پیرایہ بدل بدل کر چلے آتے تھے خاک کا بھی نہیں خوبی پیدا ہوئی تو یہ ہم ہوئی  
 کہ شبہ اور افتقار کی تیج در پہچ بندشوں میں سید ہے ساد سے مضامین  
 جکڑے ہوئے ہیں۔ کہ جن کو لکھ کر نا کوہ کندن و کاہ براہ۔ دن۔ پہ پہ اس میں بھی  
 کسی اخلاقی یا تنبیہ مضمون کا پتہ نہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ آج کوئی مفید مضمون  
 لکھنا چاہن یا کسی علمی کتاب کا ترجمہ کرنا چاہن تو ور سے الفاظ ہی ہیں مبرکتے  
 کہ دل کی حسرت نکل سکے انگریزوں کو دیکھو کہ شہد کی بھی کیطرح کھان کھان سے  
 رس حاصل کرتے ہیں ان کے زبان آج اون خزانوں سے مالا مال ہے جن پر  
 کسی زمانہ میں عربی۔ سنسکرت۔ یونانی۔ عبرانی وغیرہ زبانوں کا قصہ تھا  
 اور اسی پر بس نہیں تلاش و تجسس اوسیلے کئے جاتے ہیں۔ کسی شے کو  
 کامل سمجھ کر اس کی ترقی کی اور کوشش نہ کرنا اسے تشرل کے اندھے کنوین  
 میں دھکا دینا ہے۔ زمانہ ایک حالت پر کبھی نہیں رہتا اور کبھی نہیں رہتا  
 دہتا۔ اس کے واسطے ایک حرکت ضرور ہے خواہ عروج کی طرف ہو یا تنزل  
 کی جانب۔ عربی اور سنسکرت کی حالت براموس کرنا تمام کے مردہ کا  
 سونا ہے اب تندرست ہے تو بہہ ہے کہ ہم اس اردو کو علمی زبان بنانے  
 کی کوشش کریں اگر اسیانہ ہو گا تو انگریزی خواہ کسی ہی عام اور بے  
 دریغ کیوں نہ ہو جائے ہندوستانی ترقی نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اب زبان  
 پر قدرت حاصل کرنا ایک مشکل ہے اور آرتھر (مذول) سمجھنا دوسری  
 اردو کو ترقی دینا اور علمی زبان بنانا اون لوگوں کا کام ہے جو اردو اور  
 انگریزی دونوں میں کامل چارٹ رکھتے ہیں اور عموماً اس سرگرمی کا  
 جو عربی سے ہی واقف ہوں۔ انگریزوں نے عربی اور سنسکرت ٹرکاکر  
 تھا اسے علوم چھپ لئے اب ہم انگریزی ٹرکاکر پھرائے سے اسے علم  
 واپس لے لو۔ اور حال کی تحقیقات جو کچھ ہاتھ لگے اسے سو دس

سمجھو کوئی غاصب کہے تو میرا اندر۔ (جیب ز) لیکن ہم کام کوئی آسان  
 کام نہیں وقت۔ دولت۔ مسرت۔ فخرات۔ سب لگا دو گئے تب  
 کہیں با کہ سمجھ ہو تو ہو۔ مگر آرزو یتفزع فی العسلہ الجود  
 آرزو تبیلع مینہ المقصود۔ تو عمر رہے۔ جو جو انوں میں جو مست  
 دھو دس تو بہت ہے بہت ہی بڑا بڑا کر ترقی میں دم مارے اس  
 پر افسوس ہے کہ ترقی کے معنی ہی اون کو غلط مفہوم ہوئے۔ مہرے  
 دو مستوا برقی اس کا نام نہیں کہ نہذب و ترقی کو نکلیہ کلام بنا کر لیا  
 و وضع بن بہ تکلف انگبروں کا شیخ کریں۔ اگر اتباع کرنا ہے تو اس  
 عہدہ اوصاف میں کرو ان کے۔ سے پاسد و دست شو۔ اون کی طرح  
 ایک ایک تحقیق میں جان و مال فدا کر دو۔ اُس سے صنعت و حرفت میں  
 سلق کو۔ علوم کے خواہان بنو۔ اسے ملک اپنی قوم اپنی ربار کو دین  
 عزت و وسعت بخشو تب کہیں جھلیں۔ یہ خطاب کے مستحق ہو گئے  
 ورنہ اشرف المخلوقات بلکہ تمہے کیا کر لیا اور تمہیں کیا ملے گا جو جہان  
 اختیار حاصل ہوگا۔ (جیب ز) ہوا لویہ ہوا کہ کوٹ بلبلوں کی ارس  
 روکستی میں اور اوقات صابغ ہونے لگی۔ پابندی دفت نو یہ پہلی ہی  
 نہ تھی اب ہمسند ناز بہ اک اور نار مانہ ہوا۔ خصوصاً طالع کہ نواہی  
 اوقات کی ہایت قدر کرنی چاہئے طلسم کی فرصت۔ کہ وقت ہایت  
 ہی قیمتی ہیں اور چونکہ وہ مافادہ طور پر واقع ہونے لگا ہوا وہ  
 زیادہ مددگی سے کام میں لائے جاسکے ہیں۔ فرصت۔ کہ وقت کا  
 سہ سے زیادہ عہد صرف کرنے کا طریقہ۔ سیلف ایس و وینٹ

نوٹ۔ ۱۔ جو ہمیں ایسے علم کے جس میں کوشتی کر لی جاتی ہے وہ  
 ہوا وہ ایسے عہد میں ہو سکتا



دینا ہے اور جو کچھ ہم اپنے تئیں سکھانے (اور اس سے زیادہ  
 اسے رٹنٹ و نیکو خیال ہے جو بہن اور دان سے حاصل ہو۔  
 دلچ ازاد۔ علم طاقت ہے بہم مقلدہ نظر سے کو بہت توجہ سے  
 گذر الین اچھی طرح سمجھیں کہ نہیں آتا تھا کہ مانتا کیا ہے۔ بہر حال  
 تو جتنی سے ماہراری خوش تھی سے کہ گو اہل ہمارے سے سائنسے بان انکار  
 کنالٹ ملے صاحب کا جوہر مقلدہ نظر سے گذر کہ "ماہر سر فر" ہے  
 ہم کتنا وقت بچا لیتے ہوں۔ جب ہمیں لکھنا آنا ہو تو مالٹ کر سنے گا  
 کی ضرورت کس آسانی سے پوری ہو جاتی ہے۔ اور کہیں ماہر ہوں  
 بڑنا۔ علم فائدہ داری سے ہم آمدنی کو بچا سکتے ہوں۔ ملک طلب ہم ہمارے  
 جان اور صحت محفوظ رہتا ہے۔ غفلت کی آناہن سیکھے سے دماغ  
 یہودہ بلکہ اس سے بہتر ہونا نہیں ہوتا اور خواہش روح کا ہونا  
 تو کس کس امر سے نہیں جاتا۔ سر عالم ہونے سے نہ سیکھیں گے کہ  
 صاحب سے کہہ کر کہا ہے مدار مرسل نہیں ہے ایام قیام ہر روز  
 طرح کامل ہیں ہر جانی۔ بلکہ اسل پر یہ ہوا اس وقت کو مقلدہ نظر سے  
 طبیعتیں اس قابل بنائی جاتی ہیں کہ خم آئندہ ہر لکھنا انکو نہیں حاصل  
 کر سکو اور کتنا سے کھانڈہ (رواے بطنی) بختہ ہو جائیں سب  
 کا لچ با اسرار سے کامیابی کی سند لیکھن کلو تو ہر گز یہ نہ خال  
 کہ انشاء کہ ہمارے تعلیم کا زمانہ ختم ہو گیا۔ بلکہ اس دن سے وہ توجہ  
 ہوتا ہے اس دن سے ہم کو یہ آزادی حاصل ہوئی ہے کہ ہم اپنے  
 پر سے ہر افق کے پڑھو اور جس علم کی طرف میلان طبع ہر آدمی

کامل طور سے حاصل کر سنے کی کوشش کر سکو۔ کسی عدم اطمینان سے کسی لمحہ بہ مشغلہ میں  
 دنیا کی گری ہی کا دیوان میں مطالعہ کتب اور مطالعہ نظریات نہ چھوڑنا۔ اس سے تم کو علاوہ  
 دیگر فوائد کے تمہاری ضرورتوں کے سراجام بھیجی ہوئی طلبتوں کے اکساتی۔  
 گری ہی میں ہی ہمتوں کے مادہ بننے کے بہرہ فائدہ ہی پہونچیکا کہ غم غلط ہوتا رہے گا  
 ہمتیہ اس ٹی لیک جوال پور۔ (نواسے دماغی) ایسے بہت دن و شبیل (کر زندہ  
 رکھو۔ کب پالوئیراویں دی، ڈونڈ اوف بورمانند۔ دول کے دروازہ ہوش  
 کھل رہیں) اگر یہ صرف حقایق موجودات کے مطالعہ اور کتب بینی سے ممکن  
 حقائق موجودات کے مطالعہ سے مطلب بہرہ ہے کہ تمہاری بھر۔ کی آنکھیں  
 ہرگز تسکلی نہیں اور کچھ تم دکھو اور سنو اس سے بہتہ نتیجہ نکالنے  
 کی کوشش کرو۔ چوٹی چوٹی چیرا اور ادنیٰ ادنیٰ باتیں۔ حیرت انگیز علوم  
 ہیں جن میں کہ ہم ان کی طرف آنکھ اٹھا کر ہی نہیں دیکھتے اور نہیں سمجھتے  
 ۔ حقائق کے علم کے خزانہ ہرے بڑے ہیں سائیں ٹر ہو اور تمکو معلوم ہوگا  
 کہ ہماری روزمرہ کی استعمال کی چیزوں کے خواص ہم سے بوسندہ ہیں۔  
 اوس کے مسابہ۔ سے اسے تعجب ضرر سناج نکلتے ہیں کہ آنکھیں کھلی کی کھلی  
 رہ جاتی ہیں۔ بہرہ نہ سمجھنا کہ ان کی بڑی کینسن (تلاش) عمدہ بہرہ آج  
 ایم کیو ایم ترقی کا آفتاب مغرب میں چمک رہا ہے۔ سائنس اور کائنات کی  
 کہ آج انگریز شاہد شاہد نے منہ منہ ہے۔ اس میں آج کل کے علم کا  
 فوائد کثرت۔ انہیں۔ وعبرہ بہرہ سب سائنس کے ادنیٰ کہ تہہ ہیں  
 ذہناتی مودودا۔ علم کا نام ہے۔ جو مشاہدہ سے حاصل ہو رہا ہے۔  
 صدرالعلم کے بڑے امانت ہے۔ ہے کہ تمہارے کمر۔ اور مشاہدہ کی آنکھیں  
 روک رہی ہوں اور۔ نم ماسنا سب سے نتیجہ نکال سکو۔ ورنہ اگر صرف  
 سارے سے اسے پڑھتے ہو تو کو کا۔ ایک مزدور کدال (پاؤڈر) سے لیتا  
 ہے تم کتاب سے لیتے ہو۔ بعض علوم کو مادی مطالعہ میں بہرہ معلوم ہو



کہونکہ پریکٹیکل لائف (عملی زندگی) میں کہیں کام نہیں آنے۔ دور کیوں جاؤ تاریخ  
حضر اقبیہ اور ریاضی سے ہی کہے کہے گہرا تے ہیں۔ مگر یہ مضامین اس لئے ہیں  
رکھی گئے کہ ہمارے دماغ کے ملازمت میں کام آئیں بلکہ کلیشوں اور فہمائید  
کا اصلی مطالب اور غرض ہے۔ صاحب اخلاق ناصر فرماتے ہیں کہ ہر مرکب کا  
علاج یہ ہے۔ کہ علم ریاضی کی طرف توجہ کی جائے۔ تاریخ کی نسبت لارڈ مکائن  
کا قول لکھ رہے کہنے کے قابل ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ علم تاریخ شاعری اور فلسفہ کا مجموعہ  
ہے۔ جو ایک عام اصول اور طبیعتوں کے نقوشوں کو ایک خاص مثال میں ہمارے  
نظر کے سامنے آئینہ کر دکھاتا ہے۔ ہر برٹ اسپنسر کا قول سائنس کی نسبت  
کہ قدر اعلیٰ درجہ کا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جاں و مال کے پکانے کے لئے صحت  
تایم رکھنے کے واسطے معاش کے اکتساب کے واسطے سائنس کا جاسا نہایت  
ضروری ہے۔ صرف یہ ہی نہیں بلکہ میر بستی کے عہد سے اچھی طرح عہدہ برآہیں  
ہی سائنس سے زیادہ رہنا دوسرا نہیں۔ سائنس ہی کی تھیلی سے زمانہ حال و  
رہی کہ وہ انواع ہمارے نطرت سامنے آکر ہمارے واسطے عہدہ مثال طہا ہر  
کرنے ہیں۔ تاکہ ہم اپنی حالتوں کی اصلاح کریں۔ ہزفون کی نرتی کی سب سے  
عہدہ کنٹی انڈس۔ یہ کہہ کا ملکہ نا ہی۔ اخلاقی۔ علمی و غیرہ قواعد کی دسری  
کے واسطے ہی سائنس کا جاننا ملتا ہے۔

اطالیہ پر نظر ڈالو اور آنا فانیس سبائش کی قوت اور صحیح صحیح نتائج  
کالے کی ہمارے تہجد اہو جانی ہے۔ جو آئندہ جملہ کام دینی اور تعلیم طلب  
میں ادا کریں۔ یہ اگر جب کوئی شخص تخیری (علم تعمیرات) حاصل کرے گا تو  
اساتہ کوں بشر ہو گا جو ایک (علم سطق) کو سکار نہاتا ہو یہ اعلیٰ ہی  
تو برکت ہے کہ وہ جوامات سے شرف امتنا حاصل ہوا۔ اور ہر سیککا بہ  
حال کہ جانوروں کی طرح آئیں مائیں سائنس کیا اور طلب کی بات ایک نہ سمجھنے  
کہ کہہ مکنی نہ الفاظ سے نتیجہ نکالنے کی قوت نہ اسے طالب اور حالات کو





عظم شانه کی بجائے تھیں۔ اوس کی بددیہی  
 اوس کی ملکیت و تمان اور قاربت اور عزت پر ایمان اوس کے ہمسہ دان  
 سمجھنے و بوجھنے کے کا اعتقاد رکھنا اور اوس کی حمد و ثنا کرنا۔ **قَدْ لَکَ مَا فِی السَّمٰوٰتِ  
 وَمَا فِی الْاَرْضِ وَکَ لَکَ فِیْ وَصْطِ الدِّیْنِ اِذْ تُوْا اِلَیْکَ بَاہِتَ مِنْ قُبْلِکَ  
 رَاٰکَ لَکُمْ اِنْ اَنْتُمْ اِلَہٌ اِلَّا اللّٰہُ وَاِنْ تَکْفُرُوْا فِیْہِ اِنَّ اللّٰہَ مَا فِی السَّمٰوٰتِ  
 وَمَا فِی الْاَرْضِ وَکَانَ اللّٰہُ عَزِیْزًا حَمِیْدًا اَوْ لَیْلَہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا  
 فِی الْاَرْضِ وَکَ لَیْہِ یَا اِلَہَ عَزِیْزًا**۔ حب دنیا کارنگ کچھ اور ہو جاتا ہے  
 اور زمانہ کی ہوا بدل جاتی ہے۔ جب ماں اور باپ کا سنا اٹھ جاتا ہے۔ اور  
 دنیاوی لہکرات چاروں طرف سے گھبر لیتے ہیں۔ حب ابک ابک کر کے  
 اس بد و ن کا فائدہ ہو جاتا ہے اور باس و لبہ قبضہ کر لیتی ہے۔ حب دوست  
 و آشنا ما آرشنا بجاتے ہیں۔ حب جسمانی قوتیں فوراً ہوجاتی ہیں تو وہی خالق  
 ہے کہ ہمیں کہی نہیں ہوتا۔ اسی کے ہر وسہ پر ہمیشہ دل کو ڈھارس بند ہی  
 رہتی ہے اور کوئی بھی عینی دلکش آواز کان میں کہنی ہوتی سنائی دیتی ہے  
 کہ **لَا تَقْطَعُوْا رِجْلَیْہِ اللّٰہِ**۔ لو کہ ہم اوس کو جو اتنی اور قوت کے  
 و فون بن ہدی جاؤں؟ کما خوشحالی اور فارغ الحالی۔ کہ ہم بن اس کا کیا  
 ادا نہ کریں۔ کہ ہم مذہب میں کیوں بہ مختلف طریقوں سے خدا تعالیٰ کی  
 پرستش ضروری اور لایہی بھی گئی ہے۔ صرف اس تک یہ ہو سکتے ہیں کہ  
 طریقہ میں اور زائچہ ہی ہے۔

**نور اسلام**۔ ان ہی کے واسطے ہے کہ کچھ سال میں ہے اگرچہ اس سے ہے اور۔  
 حقیق و صبح کا ہے اُن لوگوں کو کہ کما سد کے ساتھ ہیں۔ ہاں ہم۔ اور ملو ہی کہ دو  
 اثر ہے۔ اور اگر کھڑوے و اشک کے واسطے ہے کہ آماں میں ہے اور جو کہہ رہا ہے۔  
 اور والدین و والدین کا گنا اور واسطے اشک کے کہ کچھ آماں میں ہے اور کہہ رہا ہے اور کھانا  
 ہے اشک کام جیوا لایا اور اشک کی حریت سے نا افسوس ہو۔

## سُباعی

ہندو سے صدمین جہوہ پا پا تیرا آتش بے سگان سے۔ آگ گاہا تیرا  
 دھری لے کیا کہ ہر سے تعبیر بچے انکار کسی سے بن نہ آبا تیرے۔ برا  
 لور ڈبکین کا قول ہے کہ تھوڑے سے فلسفہ بڑھتا ہے۔ اگرچہ ہمارے بچے  
 ملحد اسے ہو جائیں لیکن اگر ہم باغیور و نفق سے فلسفہ بڑھیں گے تو ضرور وہ ہمارے  
 حالات کو مذہب کی طرف پرہیز لائے گا۔ جو لوگ ان پست و داس کا مطالعہ نظر فرماتے  
 کرتے ہیں انہیں ان کے ماننے سے بچنا چاہیے۔ یہی قدر نہیں کہ اس تمام کائنات کا خالق  
 ضرور کوئی اہستاقا و مطلق ہے۔ اس کی نوازش و تقدیر عالم مدہ و استیلا ہر فرد بشر  
 بالاتر ہے۔ بڑے بڑے فلسفی باور رکھتے ہیں کہ ہم دنیا کا دیار میں نواسہ ہیں۔ ہر چہ  
 کہ کوہ کو کاہ کرے۔ کوہ کو موج و آوے۔ تھوڑے دنوں میں اس کی ادا کر دے۔ زمین  
 اور فضا ہی اس سے مہل ہے۔ چنانچہ اہل ہند میں میں ان کے روبرو ہے اور  
 پھر کن کن سہولتوں کے ساتھ کہہ سکتا ہے کہ اگر ابا ہر چہ ہی ہمیں سکنا۔ لا اکلہ  
 اللہ دہنا اکلہ و سہما۔ ان کے کہ یہ سہما نہ ہوا۔ اس کی توبہ نہیں  
 دوسری ہے۔

دوسرے اصل زمانے کے ذمہ ہے اس پر ہر ایک ایک زمانہ ان کے  
 تاریخ میں ہر ایک زمانہ خدا واکہ ہے انہاں سے لڑنے میں کی اور  
 کی ہی نرنی کو کہاں اور تو ہاں اس کی دیو یاد ہے۔ یہی ہے۔ اور یہ زمانہ  
 نڈن کے دور دورہ سے پہلے کا ہے۔ لیکن یہ مادہ طبع سے انسان کا  
 نیچے ہیں و وجہ سے کہ انہاں اگرچہ اپنی طبیعت سے تھوڑے سا اتم کہ کہ۔ اور کیونکہ گروہ  
 رنگ لا باہر لایا۔ نڈن کیا۔ انہاں سے آگاہی ہے۔ اور ایسی اہل ہے کہ  
 وہاں تاریخ کی رو سے ہی کام نہیں چلتا۔ کتب و کتاب نہیں کہتے  
 قدیم زمانہ میں انہاں نے بہرے سکھ کے پاتر کا کہ ۱۰۰ کی ضرورت سے کہے ہو کر کہ  
 لکھ کر سکھ اور سکھ کے ہندو یا یہ حکم دیا۔

میں انہی نئی طرح کی مساویات کا متعلق ہے۔ اور اسی مدنی بالطبع ہونے کے طفیل انہیں  
 اہم اور اور مختلف فرقہ قائم ہوتے ہیں۔ جن کی اصلاح ہوتے ہوئے موجودہ  
 اور نئے پیدا ہوتی اور اگرچہ قوت اور ہر شے ہر جی کے سبب بہہ قانون  
 قانون ٹوٹا رہا۔ مگر چونکہ قدرت سے دلوں پر نقش کردہ باتھا۔ پھر اس کا ظہور  
 ہوا کہ تمام انسان فطرت کے لحاظ سے آپس میں برابر ہیں اور کوئی قوم  
 اچھی طرح رہی نہیں کر سکتی۔ جب تک کہ اس کی قدرہ کو شش شب تمام سوسائٹی  
 کو ترقی دینے پر ہر شے ہوا۔ دو چیزیں ہیں ڈیوٹیز (فرائض) اور رائٹ  
 (مقدور) جو شخص اس پر ذیہ طبع ادا ہی طبع ادا نہیں کرنا اس کے رائٹ پر ہی قائم  
 ہیں۔ اس کے سوا دوسری کوئی ممانعتی میں موقوف نہیں ہے۔ ہن۔ سب سے پہلا تو  
 یہ ہے کہ ہم اپنے جان و مال سے پورا پورا احتیاط اٹھائیں۔ جس جانی اور روحانی  
 قانون کو ادا دی سے لیکن یہ تو مساد کام ہیں لاسکیں۔ اور جیسا کہ مسٹر کوٹن  
 فرماتے ہیں قوانین۔ کہہ بنا سے اس ہی ہماری شکر ضروری ہے۔ اگر یہ  
 نہیں ہے۔ ہر شے کا وہ قانون کہ تمام انسان برابر ہیں ٹوٹا ہے۔ ہر شے ہمارے  
 فرائض (دہ جزا ہمارے رائٹ (حق) کی طرح بہت ہی کچھ ہیں۔ ہم پر  
 ہیں۔ یہاں۔ یہاں۔ مال کا۔ بے مال بن کا۔ مال و اطفال کا ہمسایہ کا۔  
 ہر وافر کا ہم۔ ملوں کا ہم ملکا کا۔ بادشاہ کا۔ عامر و عوام کا۔ دوست  
 و ارباب کا۔ مستانہ۔ اگر اکا۔ غرض ہر جی ہوتا انسان کا۔ جنہیں ہمیں جاننا  
 چاہی اور جو شخص اس پر فرائض کو حتی المقدور پورا کرنا ہے۔ وہ جلیلین  
 کہ خطاب کا سنتی ہے۔ (حمر)۔ جب ہمارے اعراض ایس ہیں کہ  
 دالسنہ ہیں کہ ہم ہر دور سے کی امداد کے کھنگڑا ہی نہیں توڑ۔ سیکھتے آ رہے  
 ظلم کی بارگاہ ہے کہ ہمارا مقام حادۃ العناد ہے۔ ہٹ جائے ملکہ اسانہ  
 دالسنہ لادیں۔ کہ ہم۔ یہاں۔ اسے جس کے ساتھ ہمدردی رکھیں  
 ۔ لے آئے۔ کہہ رہے۔ یہ ہر اور ان کی غرضی سے ہر کوئی ہو۔ دوسرے

بر آگتا ہوں کے دل خداوند تعالیٰ سے یاں با۔ یہ ہیں وہ نہ اس سبب سے  
 کہ اون کو دوسروں کی امداد اور ہمدردی کی ضرورت پڑتی ہے بلکہ ہر ایک  
 بنی آدم اعضائے یک دیگر اند کسی کو رنج و مصیبت میں دیکھتے ہیں۔  
 کسی کا مو اگر کہیں بال بکا لو یہ دیکھتے ہیں کہ تانیا کی جی کا  
 اگر کوئی بیکس کہیں تلسلایا۔ تو اسے۔ نفسی الٹی لہر لایا  
 جہ مہربانی کے الفاظ با حلد و لون کو مودہ۔ لینے کو کافی ہوسکتے ہیں۔ یا کوئی  
 ذرا سافل یا تھوڑی سی عنایت دل میں گہرا۔ لپٹی ہے۔ ہمارے افعال و احوال  
 سے ہماری طبیعت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ہر لون میں گہرے کے کا سا  
 بہتر طریقہ نہیں ہے کہ ہمارا ہمارا۔ انت۔ سے لے کر ہمارے کردار ہوں۔ کہ  
 ہم۔ یہاں گین۔ بعضے تو اگر جی صاف باطن اور منہ۔ طبیعت۔  
 مگر ان کی ظاہر ہی سے دماغی لوگوں میں ان کی طرف۔ یہ۔ پس  
 شک۔ راج ہوئے کا ادا ہوا۔ یہاں کہہ دینی ہے لہذا ان کے تمام کردار  
 برتاؤ کی نصف بلکہ اس سے بھی کم تندرستی باقی ہے۔  
 کے فتح کرنے میں وہ کام کرنا ہے۔ انوارین خون کرنا۔ ہر اور۔  
 کرنا حقیقی فتح کرنا ہے۔ در نہ رو رہے۔ لوچ کا اور ہر اور۔  
 یہ۔ کہ لون بن اپنی ارادت و اس کی ہوا و فاجہ ہوا۔  
 نمبر ہر ایک اپنے ہی چونٹے کے کچھ ہوتا ہے اور روئے ہوا۔  
 و ترنگی کی کسی کو پہر و اینہن ہوتی۔ اگر۔ ہر۔ ہر۔  
 ہر دلیہ و ڈرا ہوا ہوا۔ ایسا ہی ہوتا ہے۔ ہے۔ ہر۔  
 خصوصیتیں ہوں۔ بیکس کا قول۔ یہ۔ ہر۔  
 اندازہ رکھائی دیتی ہے۔ سب۔ ہر۔ ہر۔  
 خوشی۔ یہ۔ یہ۔ اور غم غلط ہوتا ہے۔ یہ۔ ان۔





ہیں جو اسے نافذ کر رہے ہیں۔ پس اگر دین اطاعت اور فرمانبرداری کا  
 مادہ پیدا نہ ہوتا ایجوکیشن (تعلیم) کے بڑے فائدے کے حصول میں قصور  
 رہا۔ آج کل ہماری سوسائٹی میں ایسا خرابہ پڑ رہا ہے کہ عجب نام بدل  
 بدل کر اختیار کر لئے ہیں اور اسے تحسن سمجھتے ہیں۔ انگریزوں کی سی  
 لیاقت اور علمیت تو پیدا نہیں اون کی ظاہری حالت کی نقل اتارتے ہیں  
 اور نقل کا خاک اتار رہے ہیں گویا منہ جڑاتے ہیں۔ نتیجہ یہ کہ جس سو  
 وزان سودرماندہ۔ آزادی کو بہانہ بنا کر مافوقی کی حالت تک پہنچ گئی  
 سیلف ریسپیکٹ کو بہانہ بنا کر دی کہ سخت و غرور بلکہ اس سے بھی کچھ بڑا  
 حد کو جا لگی۔ سبھت ریسپیکٹ (خود داری) کے پتہ نہیں ہیں کہ ہماری اوصاف و اطوار افعال  
 و اقوال سے کوئی فعل ہمارے مزید و نشان کے خلاف نہ ظہور میں آئے۔ جو ہماری  
 عزت کو بڑھانے والا ہو۔ اور ہم بات بات پر نظر رکھیں کہ ہمارا خیال و چلن ایسا  
 پسندیدہ ہو کہ لوگ خود بخود اس کی عزت کریں نہ صرف ہم بلکہ ہمارا دل  
 گواہی دے۔ کہ ہم ان قابلیت کا جو ہر ہے اور ہماری لمباقت بلکہ تمام جسمانی اور  
 نامانداری کے لئے مہیا کر دے۔ کہ ہم اچھے انسان ہیں اعلیٰ و افضل سمجھیں  
 نہ یہ کہ ان کے ساتھ سادہ دماغی سے پیش آئیں۔ اور خواہ مخواہ اکثر کر چلیں۔  
 مگر یہ دو سنتوں کا متنازعہ ہے مزاج میں سادہ ریسپیکٹ (خود داری) ہو  
 کہ حقیقی عزت ملی امید رکھنا۔ اور اس لئے ضرور ہے کہ تم بہرہ گیر  
 صاف باطن۔ شریک ہمارے شاکر۔ باندہ ہمت۔ عقلمند۔ ہوشیار بنو۔  
 غصہ جیتنا۔ اس لئے کہ اعلیٰ احوال میں کوشش نہ کرو۔ اس لئے کہ  
 سیارہ شمس ببار بار بات کرے۔ چلیں۔ اس لئے کہ جو دنیا نفسانی  
 توڑ لٹا۔ بے باک۔ بین ظاہر میں باہر کچھ بھی ہے پھر میں مگر اونکا  
 کاشمیں رہا۔ (کہ تم) جو او (کہ تم) رہا۔ (کہ تم) رہا۔ (کہ تم) رہا۔

دل سے پوچھے مگر گوش اگر شلو ابود در ہر سخن اسرار بہت ۔۔۔

محرم نہیں ہے تو ہی لڑا ہائے راز کا ۔۔۔ یان ورنہ جو حجاب ہے پردہ ہی مبارک  
ہر برٹا ہنسنے کا قول اس زور سے کہ جس کے قائل ہے وہ فرماتے ہیں کہ جو دارائی  
لی سڑائی اور نصیب بہہ سہ کہ وہ ایک خیالی آدمی کہ کامل بنادیتی ہے یہ بہہ ہیں  
کہ وہ دراز اسی بات پر سڑک اٹھیں اور تھوڑی سی خود اہستہ اہستہ  
لے لے کر کی طرح لڑکاتی پھرین جو آخر کار بہت قوی اور دروازہ حلقی آئینہ  
بلکہ وہ اسے تحمل ۔۔۔ سردیار سے نقل مزاج بادبشی سے جبرائی آنکھیں ہونہ اوس  
سوسائٹی کے نوادہ کو مد نظر کہتی ہیں جو اس کے ساتھ ہو ۔۔۔ اوس کے  
سامنے اوس کے ایک ایک فعل پر غیب ہوتی ہے ۔۔۔ اور نکتہ چسبان ہوتی ہیں  
اور صرف یہی خود ارمی ہے جس کو تعلیم یا کم از کم اخلاقی تعلیم پیدا کرنا چاہتی ہے  
سو لوگوں کہتے ہیں کہ وہ عاقل ہے آپہ کوئی بولوں کہ کہنا ہے اوس سے بہتر ہے  
جو ایک شہر کو رہے گا ۔۔۔

ایسا کونسا بشر ہو گا جس نے اسی تمام زندگی میں کبھی نہ کبھی تکلیف نہ اٹھائی  
ہو مایہ اپنے مزاج کے برخلاف کوئی امر نہ ہٹا پڑے اور وہ اس کا قدم حسادہ  
استقلال سے امن ہٹا حواضر و کھلائے کے مستحق ہیں ۔۔۔ اور اسی تکلیف کا تحمل ہو سکنا  
بکسی کی ایک ماٹ نہ اٹھا سکنا نازک مزاجی کو اس عار تک پہنچا دینا ہے کہ بیماری  
حان خود ہیں وبال معلوم ہونے لگتی ہے ۔۔۔ تا بدیگر ان چہ رسد جب تک زندگی  
گورک دہند اہل ۔۔۔ ہا ہے زمانہ کی سحرانہ نشیہ دلی ۔۔۔ کبھی نہ کبھی ٹھیس لگا ہی  
دیتی ہیں ۔۔۔ مگر کالہ کو برداسہ نہ کر سکتے تھے استقلال اور نفع کیلئے کہ  
لئے اوسان ضروری ہیں ۔۔۔ تاکہ غصہ ۔۔۔ خوف و ہشمت اور دیگر انکسائٹ  
اوس مائند (عش طسب) کے دف اسے حلال کو جمع رکھے کہ بین اور  
میدگی سے مدافعت میں کوتاہی نہ کرے ۔۔۔

میں بہترین حانہ کہ سرے احباب اس بیکہ گوش کرنا کہ بین گئے اور کہی گئے

کہا یہی کہینگے کہ معرہ خورد و خلق خود مدد عن بہہ ہے کہ مجھہ ما قابل کو ان مضامین  
 سر فلم اٹھانا ان کو ذبح کر رہا ہے۔ مگر رہا ہوں حاکم کہ اپنے ملک و قوم کے  
 لوہا لوں کو کچھ سمجھانے کھڑا ہوں اور اپنے معدور ہر کی کر جاؤں۔ ہمارے  
 خطیب و یکھار کے منہ پر کچھ ایسی مہر سکون لگی ہے کہ مدتوں سے زبان  
 ایک ہی نہیں ہلاتے اور حجب ہی سے کچھ دل روز بروز مروتہ سے جاتے  
 ہیں آہ لا ایک زمانہ میں ہماری زبان تیغ و سحر سے راہ و لون پر  
 کاٹ کر تھی نہی۔

حاشیہ: آج کل دماغ و متاں را رین بش و گرد اترے ہو وہاں را  
 ایک ایک شخص نے صرفہ شش (اشارت) حاصل ہو سکے ہیں ابکس مجھہ جسے ما قابل  
 کے اچھے سے جسے اے حالات علی رؤس الانس ہا و ظاہر کرنے کا آج ہی پہلا  
 موقع ملا ہے کیا اتنی کی جاسکتی ہے۔ عرض ملے۔ کی بات تو صرف اسی سے آجکل  
 علوم و فنون کے درما رہے ہیں اور آساہر میں رہ کر ملک کو نرسو تو قسمت  
 کا حضور ہے۔ صرف ۱۰۔ ۱۱ دلوں اور دواحوال کو ہی ہیں بلکہ اسی زمانہ کو ہی  
 اس وقت سے مالا مال ہو کر۔ ماکہ آبادہ دلوں کو تحصیل میں آسانی ہو اور  
 ہمارے۔ ہمارے اساتذہ کے اساتذہ پر سمار سے ملے چکیں۔ رہے تن آسانی  
 سے اساتذہ کی بھالتی سے حاصل ہو رہا ہے ربانی سکھار سے سستہ نور آج کچھ  
 ہو رہا ہے۔ اس قدر ہو گا۔ آجکل جو صماء ہمدوم کے ہی سوا ہیں وہ ہی سوا اسے  
 اس کے کہ دوسروں کو ایسا سکھائے کہ اس خود کچھ کرے کہ نہیں دیکھا یہ مسرہ دستوا  
 ہماری طرف قوم کی اور ملک کی آنکھیں ملی ہوئی ہیں کہ نہ کہہ کریتے اور کر کے  
 دیکھنے کا زمانہ تمہارا ہی ہے ہم اس کا کیا تحقیقی عرصہ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶۔ ۱۳۴۷۔ ۱۳۴۸۔ ۱۳۴۹۔ ۱۳۵۰۔ ۱۳۵۱۔ ۱۳۵۲۔ ۱۳۵۳۔ ۱۳۵۴۔ ۱۳۵۵۔ ۱۳۵۶۔ ۱۳۵۷۔ ۱۳۵۸۔ ۱۳۵۹۔ ۱۳۶۰۔ ۱۳۶۱۔ ۱۳۶۲۔ ۱۳۶۳۔ ۱۳۶۴۔ ۱۳۶۵۔ ۱۳۶۶۔ ۱۳۶۷۔ ۱۳۶۸۔ ۱۳۶۹۔ ۱۳۷۰۔ ۱۳۷۱۔ ۱۳۷۲۔ ۱۳۷۳۔ ۱۳۷۴۔ ۱۳۷۵۔ ۱۳۷۶۔ ۱۳۷۷۔ ۱۳۷۸۔ ۱۳۷۹۔ ۱۳۸۰۔ ۱۳۸۱۔ ۱۳۸۲۔ ۱۳۸۳۔ ۱۳۸۴۔ ۱۳۸۵۔ ۱۳۸۶۔ ۱۳۸۷۔ ۱۳۸۸۔ ۱۳۸۹۔ ۱۳۹۰۔ ۱۳۹۱۔ ۱۳۹۲۔



اور طلبہ کی نظم پر جلسہ کا اختتام ہوا۔

### باب دوازدہم

بلائے عالم مرا جو بن بنا سکے۔ بہرا ماعتس نے جو گن بنا سکے  
کیا اسے دل پر شان کس بلائے مجھ کو کا کل یرفن ما۔ کے  
جاڑے کی اندھیری نہ نسان رات کے زنجیر کے ہیں ہو امین ما قابل برداشت شکی  
بہدا ہو گئی ہے ٹھنڈے ٹھنڈے جھوٹے اُن غریب بے برگ و لو آوارہ گرد ہو  
ٹھٹھارے دیتے ہیں جن کے مصیبت زدہ یاروں میں نصیب کی طرح چلتے ہیں۔ یہ  
دسمبر کی ستائیسویں رات ہے جو محیط ابر کے سبب زیادہ خشک اور تاریک ہے  
بادل اگرچہ رہے ہیں ابر گہرا کھڑا ہے یہ معلوم ہونا ہے کہ اس سراسر ابر بربا  
اس عالم تاریکی میں کبھی کبھی بجلی کی چمک ایک لمحے مسافر کی رہبری کرتی ہے جس کے  
ناواقف باؤں شاید آج تک زیادہ چلنے کی صورت سے آست ما نہیں ہیں۔  
اگرچہ مسافر ہے پر بہ نہیں معلوم کہ کہاں آ جا ہے اور کہاں جائے گا  
گلیوں اور کافوں کے آگے سے دیوار کے جسے پیچھ آتے جلا جاتا ہے۔  
جب ذرا بجلی کی چمک ابھار دے کہانی ہے تو کسی مکان کی طرف گلی کے نسان  
گوشہ کی جانب اس کا رخ مڑتا ہے پر نہ کوئی محلہ اس کا سکس ہے نہ مکان  
مستقر اسے تو خود بہ ہی نہیں معلوم کہ کہاں جائے اور کیونکر بھاڑ  
سی مصیبت کی رات کاٹے گہرائی ہوئی آہستہ بے ڈھنگے قدم دل کے  
پریشانی اور ناخوشی کا رخ کار ہی کا اظہار کرتے ہیں۔ اگر کوئی شخص کہان دور  
ہی آتا ہو اظہار کرتا ہے تو اسے بہ منکر ہوتی ہے کہ اب کہاں جائے  
اور کیونکر اپنے بچے جھانکے مگر ناواقف کو شبنم آخر کار ایک دوسرے  
شخص سے آہستہ آہستہ کہتی ہیں وہی محفل کی حد سے ایک ماہرین  
لال شبنم دوسرے میں شبنم کے کچھ لطیفہ بڑھتا نکلا ہے۔ صورت سے صورت

معلوم ہوتا ہے۔ طویل الفامت گوار رنگ۔ سفید لمبی ڈاڑھی۔ سیاہ  
 مانت کا پردہ دار انگہ کہا اُس پر جہ پہنے ڈھیلے پاجاموں کا ٹخنوں  
 اور سیا پاجامہ۔ ہندوستانی جو نہ۔ سبز مہر عامہ مندا۔ نیچ ہلا مایلا آنا ہے  
 اور اپنی ضربی کی یوری ٹوٹ سے قدم بڑھائے گھر کی طرف راہ ہے  
 لالٹن کی شعاعیں کافی روشنی سے راسد میں احالید ا کرتی ہیں لیکن  
 وہ اس قدر فریب آجاتی ہیں کہ اُس اسی مسار کہ ظاہر کر سکیں تو  
 گواہن ایسی ٹوٹ سدا ہو جاتی ہے کہ اوس صورت سے قوت رفتار  
 جذب کر لیں۔ جواب اس غیر متوقع مساحہ سے کلی کے ایک گوشہ میں  
 مکاں کے روارہ کے فریب دوار سے اسباب جان ہو جانا ہے گواہ  
 اپنا ہے کہ تہر کے اجزاء ہی مانت کی سی کنش انھال پیدا کرتے اور کو  
 فکد و دس یا وہ دوار اوس کے سامنے حائل ہو جائے۔ او۔ اُس دس  
 حاج سے بچا لے۔ مگر لالٹن کی دس آحر کارانا، بیر، کا، ۱۰۰ ٹاکر  
 ظاہر کر ہی دسی ہے۔ اینے مکاں کے فریب ایک اسی شخص کو اسطرح اس  
 دیکر اور دیکھتا۔ آجاب کے ساتھ او دہر دیکھتا ہے مگر قیل اس سے آ کوئی  
 سوال کیا جائے، اس کا استعجاب بہ دہر دیکھتا اور شہ جاتا ہے کہ وہ مرد میں عورت  
 ہے۔ جس کی شرف صورت اور مابوسانہ اور عرب حالت نے مکمل  
 ساز ہی۔ یکے دل میں رحم کا سانپاں سدا کہا۔

مرد مختصر (غور سے دیکھ کر انہم کوں ہوا در پہان کیوں کہڑی ہو۔  
 ہر مرد کے حروف ہوں گواہ باصافہ کا سا اور نہا۔ کہ ساسے والی در رہا اور  
 ہی بے حس و حرکت ہو گئی۔ اُس کی آنکھیں رمن کی جانے لگ گئیں، ٹوٹ  
 نطی گواہیں لی گئی مادہ جہاں کے نام الفاظ دہا لیں اور لالٹن  
 کی روسی سے جب اُس کو اندہر سے کہے پردہ سے نکالا تو حالی ہنرمند  
 دوار پر پہنچی ہوئی نظر آئی آہا، ہن مزا آور ڈاٹا۔ اور مر

اڑے ہوئے رنگ نے سنا دیا کہ اس باکد اس کو حوادث کے منہ کا پہلا  
 دن ہے۔ بدن پر رعنہ بڑ گیا اور ابر سے پہلے ہی آنکھیں ابر سیاہ کی  
 طرح سرس پڑیں۔ ان حیرت انگیز معائنہ نے میر مرد کے اعصاب سے اس موسمی  
 سر کا احساس سنا دیا۔ جو اس وقت حلدی حلدی اس سے گہرے جاتا تھا۔  
 اوس نے نہایت تسلی آمیز لہجہ میں کہا۔ تم کچھ تو کہو کہ میں تمہارے مدد کر سکوں  
 ان الفاظ نے اس ساکن تصویر کو ایک جیش دی گویا اوس کے بڑی شکل سے  
 جمع کئے ہوئے الفاظ یہ کہوئے گئے اور اب اوس کو ڈھونڈنے میں  
 میر ان سے یہ کہہ تی ہوئی قوت کو جمع کر رہی ہے کہ کسی سے بات کر سکتے  
 کی جرأت پیدا کر سکے۔

مرد	آنر تم کوں ہو؟			
عورت	بکیں۔ نصیحت ردہ۔ ۱۱			
مرد	اس وقت کہاں؟			
عورت	یہہ تو مجھے بھی	ہیں	معلوم	
	کاک	عام	کا	ارادہ ہے۔

مرد آخر اس طرح لے سرو سامان گلے کا سبب؟  
 یہہ سنا تھا کہ عورت کی آنکھوں سے جڑی لگ گئی اور اگر میر مرد تسلی  
 تسکین نہ نہا تو غالباً روتے روتے ہلاک ہو جاتی۔ چاند مدہ سرگ سبھجنا  
 کہ یہہ مصیبت زدہ ضرور کوئی شریف زادی ہے۔ جس پر خدا کا نے کب  
 یہ مصیبت پڑی۔ یہہ۔ اس کی کھانی ضرور عسرت، انگیز ہوگی۔  
 یہہ مرد اچھا اگر مضائقہ نہ ہو تو میرے مکان میں جیل کر آرام لو۔ خدا  
 سببہ الا سببہ ہے ان قدر ہر اسان نہ ہونا چاہئے۔

عورت کی آنکھیں جو اس وقت زمیں سے لگی ہوئی تھیں یہہ سنکر انہیں  
 جبب ایسے سامنے ایک سٹھر اور فرستہ صورت شخص کو دکھایا تو اس میں کسبت

مرد  
عورت  
مکان کے دروازہ بطرف اشارہ کر کے (کہ) بسم اللہ  
خانہ احسان آباد۔

یہ ایک اوسط درجہ کا وسیع مکان ہے جس کی دیواروں پر سفید پلاشر  
کھا ہے۔ گھرانہ اور زمانہ سننے اور سے پہلا اور خراب کر دیا ہے۔ صحن میں  
چھوٹا سا پین ہی ہے گزردہ بتوں کے ڈھیر اور دیواروں کی بے رونمائی ایک  
کی عدم توجہی ظاہر کر رہے ہیں۔ شمالی دالان اگرچہ وسیع ہیں مگر اسباب  
استراح بے سہمی اور بے ڈھنگی ہیں سے رکھا ہے کہ نہ صرف گنجائش ہی کم ہوئی  
ہے بلکہ اس مہذب فطرون میں بہت بے رونق معلوم ہوتا ہے جن کی نگاہوں  
میں مغربی سلیقہ کا سرمہ لگا ہو۔ طاقون میں اکثر لونگن اور شکستہ اسباب  
کے ڈھیر لگ رہے ہیں گھٹے اگرچہ کئی رکھے ہیں۔ مگر سب حجاب اور قلعہ  
اد کے مکہ ہیں بہت مایہ کاٹ کھاڑ پڑا ہوا ہے۔ صحن میں غالباً سب  
مرد لٹے ہیں۔ اکثر عمدہ اور نفیس ستیج اس لئے اقباطی سے رکھے  
ہیں کہ گروہ و عمار پڑ پڑ کر عجلہ سرگراں گئے ہیں۔ دالان کے پہلو کا کمرہ جو اور  
مکان کی نسبت زیادہ پر وادہ تھا کہا جا سکتا ہے کہ یہ قدر صاف ہے مگر ان کے  
بھی فصاحت اور دیوار گریوں کی پشت پر عالوں سے یہ آئینہ  
نارنگہ ہیں۔ اور فانوس میں چڑبان سیرانی ہیں۔ چاندنی اگر تھوڑی  
سور کی ہوتی ہوئی معلوم ہوتی ہے مگر جابجائیل وغیرہ اسٹیم کے بدماں بہت  
لیکن کی لیاقت اور جس سلیقہ کی ظاہر کر رہے ہیں فالین اگرچہ عمدہ اور  
صاف ہیں مگر گاونگے اس رہا ہے میلہ اور خراب رکھا ہے دالان میں  
ایک پہلو میں ایک الماری کھڑی ہے جس میں بہت مایہ کا عمدہ سامان  
ہے مگر سب ماکارہ یوں ہیں کہ یہ سب سامان الہی بن ایک کا کلا کہ تہ  
اور دوسرے کی حمی میں مال ہے یہ وہ لوگ ہیں الال میں مرنے پر کہی ہیں



ہوئے جار اور شہی میں مشغول ہیں کیونکہ جب اس اچھی عورت اور پیر مرد نے  
مکان میں قدم رکھا تو کوئی آواز نہ کہنی ہوئی۔ اسی وقت "عائے آباساں  
لو کب آئی گئے یہاں" مارٹھائی ہوئی حالی۔ یہ۔

سیر مرد      صفحہ ۱۱  
صفحہ ۱۱      می آتا جاں۔ ابا جان آیا اناں کے ہاں۔ تہ ما آئی نہی کل وہ  
بھی آئیں گی۔

انماں جا رہی تھیں۔

بہہ لہر صفحہ ۱۱ جس کا کوئی آہٹہ نوڑیں کاس نہا۔ جاہ کی سالی لکڑی آئی  
مگر سردہ سے ابھکر بیالی ہاتھ تہ چوٹ جڑی اور دو ٹکڑے ہو گئے۔  
ایک مقعوروت حد اعلیٰ لڑکی تھک کس زمانہ میں ڈھنگ آئنگا۔ اشدایں  
ناتی بتائی تھک گئی مگر وہی سیدھی ہوئی۔

سیر مرد      (راجہی نور سے) ٹھوہا  
مقعوروت      اسے دوئی نہ کول۔ یوی کھالے آئی ہو؟  
پیر مرد نے اشارہ سے زیادہ سوال کو مع کیا تو مقعوروت ہنس پڑی  
یہین نہ بڑا بہ کر ہا سو اہو رہے۔

پا رہیہ سیر مرد

سہا سہ گروہ رہا وہی نہ لوہو۔ کہ یہ سیر گیا ماحرا کہتے کہے۔  
رہا ماہ کا عورت گئے کا ہے وہ۔ تہ تہا سیر مرد کی عمارت رورہ درانی عورت  
کہ عمارت مادہ ہونی جانی۔ یہ کہہ کہہ اوس کی لویہ جزا کے ساتھ اُس کی سالی  
اور حدایہ تہی کا سکند لو پر تاجلا ہے۔ سیر مرد کے مرثاہ الطاف کے اوت  
اور حدایہ تہی۔ یہ لیا سہہ بڑا اوس کی اولاد اور عزتوں کے واسطے حامی ہے۔



مشرف: ر آئینہ سامنے رکھ کر، اب پی بھین آبا۔  
 انور: (مسکرا کر) آپ کی چوڑا زبان غضب کی بن۔  
 مشرف: دل میں شرمائی تو نہ ہو گی رع۔ آئینہ دیکھو اپنا سامنے لٹکے، لٹکے  
 انصاف تو یہ ہے کہ کسی بار مسٹر کا قصور سہم نہ کسی اکبر کا یہ تو تمہاری صورت  
 کے طفیل جو ہوا نہ ہوا۔ اسے روشنی طبع کو برہنہ بلا شادی مان تو اس سرسبز  
 اور اکبر نے تمہیں کیہ نہ دیکھا تھا۔ آخر تم نوا لگا مکان میں رہتی تھیں۔  
 اس سوال نے گزشتہ تاریخ مادہ لاکر انور کے گلزار چھوڑ دیا۔  
 پھر افسردگی اور ملال کے آثار نمودار کر دئے۔ جدا جانے کا کہا باد  
 آگیا اور اس باد میں کیسے کیسے رخ آہنزرنگ طبیعت پر ایکساں ہوا  
 گزر گئے۔

انور: سراسر دل دکھانا ہے کوئی دکر اور ہی چھڑ۔  
 مشرف: واہ یہ ہی کوئی بات ہے میں نہ لوچی ہوں آپ ٹال مالی  
 ہونا اچھی نہیں صاف صاف بتاؤ ہماری ہوں لو مادہ۔۔۔۔۔ دیکھ نہیں  
 انور: جو آپ سمجھیں۔

مشرف: ابی آپ سمجھیں جب خدا نے نادر بنو ہم کہا سمجھیں گے۔ جب  
 خالہ امان سیدالمنابغیم ہمارے خالہ ہیں۔ تو آپ کہوں نہ ہیں ہوئیں۔ مگر  
 تمہاری مزاح میں وہ اختلاف ہے کہ الاماں  
 انور: تو بس نے کب کہا کہ نہیں ہوں۔

مشرف: ہو لو پھر بتاؤ۔  
 انور: اچھا پھر بتاؤ۔

مشرف: نہیں! نہیں! اہی! پھر سے یہ مراد یہی۔ دیکھیں اس میں  
 ڈالکر، بتاؤ!

ابو بکرؓ ایسے دل سے جو ہر قصہ زلفہا کہ یہ اس بیچ زمانہ کی ماہرین  
 آج بان کے اسیال کے یہ چچا چچہ پڑا اور خان صاحب سے کہہ کر (۲) رہا  
 رہنا ع ہو گا وہ سب بہرمل۔ کیلئے اور۔ آگے۔ منجھے۔ ہو کر۔  
 عوام۔ مومن کے حال یہ ملے۔ مرنے۔ اکیلے۔ اور اس میں ان کی کہ کیا کریں اور  
 کیا نہ کریں۔ سر۔ پاس جو مانا تو کہ تو وہ ایک زمانہ میں یہ انعام اللہ  
 بار ستر کے ان ہی رہی تھی۔ اس۔ زمانہ۔ میں۔ وہ۔ چچہ۔ اول۔ اول۔ میں۔ نہ کر سکا  
 نہیں مگر نہ مانتے اور۔ سے کیا کیا کھانا۔ اور۔ وہ۔ جالنے۔ اور۔ سستی۔ کر۔  
 راضی ہو گئے۔ محمد۔ سے۔ مانتے۔ کہا۔ ہے۔ نوصیر۔ حارس۔ وہ۔ یہ۔ منہ۔  
 کا ذکر۔ تھا۔ میں۔ نے۔ خوشی۔ مسطور۔ کر۔ لا۔ اور۔ ایک۔ فصل۔ سے۔ وہ۔ جہنم۔ ہی۔ کہ  
 اس۔ دنیا۔ میں۔ کوئی۔ تک۔ نہیں۔ کہ۔ اہون۔ یہ۔ ہمارے۔ اور۔ اہاندار۔ ہی۔  
 کام۔ کیا۔ میں۔ حار۔ دلواری۔ میں۔ رہے۔ والے۔ حار۔ ادا۔ کلام۔ ہمارے۔  
 مانا۔ کے۔ دوسرے۔ سر۔ ہیں۔ ایک۔ فکر۔ میں۔ حال۔ ہی۔ کہ۔ کہ۔ آگے۔ اس۔ نام۔  
 کیونکہ۔ ہو۔ گا۔ اسی۔ مردی۔ مانا۔ کے۔ خدا۔ سے۔ غار۔ کہ۔ ایک۔ دن۔  
 ہائی۔ کہ۔ اہی۔ مار۔ شہ۔ ایک۔ کے۔ نام۔ مختار۔ نامہ۔ کرو۔ مہری۔ شامہ۔ آگے۔  
 کو۔ یہ۔ ہی۔ کر۔ گری۔ اس۔ کے۔ بعد۔ سے۔ نر۔ صاحب۔ کے۔ رنگ۔ اور۔  
 میں۔ نے۔ جس۔ محمانہ۔ میں۔ با۔ سو۔ کے۔ رٹ۔ ہے۔ کو۔ تو۔ اور۔  
 مشرق۔ بان۔ کو۔ کیا۔ ہوا۔

انور۔ کہا۔ ہوتا۔ اسی۔ نام۔ یہ۔ خدا۔ حار۔ اور۔ یہ۔ کہا۔ کہ۔ ہی۔  
 ہی۔ اہ۔ ا۔ یہ۔ عجیب۔ مقرر۔ کیا۔  
 مشرق۔ چہ۔ نہ۔ تھی۔

انور۔ یہ۔ جو۔ تھی۔ یہ۔ اس۔ میں۔ کہ۔ ایک۔ کا۔ کو۔ در۔  
 سب۔ اسی۔ کے۔ کو۔ کہ۔ اس۔ نام۔ کر۔ اور۔ آگے۔ اور۔ مہول۔ آگے۔  
 ہیں۔ اور۔ میں۔ سے۔ تو۔ یہاں۔ تک۔ یہ۔ کہ۔ وہ۔ اس۔ میں۔ ایک۔ ہی۔ حالت۔



میں بیان نہ کر سکوں گی۔

کہ بیچ ہماری خاطر سے۔

اور

شرف

نازنین اور اس سانچہ کے بیان کر سنے کا ارادہ کرتی ہے۔ مگر گزشتہ واقعات کی باد کچھ اس طرح دل پر رنج و افسوس کا اتبار لگاتی ہے کہ زبان سے الفاظ نہیں نکل سکتے اس کے چہرہ کی سرخی مدہم اور زردی مائل ہو گئی ہے۔ آنکھوں میں آنسوؤں کی سی پانی جاتی ہے۔ دل بہرا چلا آتا ہے اور اندرونی کوششیں مشرف سے انسا کے واسطے ضبط سرمحور کرتی ہیں۔ اسے سن کر ہی بے آواز دی۔ مشرف ذرا یہاں ہو جاؤ مشرف نہ ماننے سے نہ ہالتی سیچ گئی اور یہاں اتور کو ہر موقع لاکھوں کہہ گا، لاکھوں کہے گا۔

اپنے اپنے ہمارے وہم

مار نہ وہ سہے ہیں نہ ہمیں سے مری بات

اور دانا اور دانا کہہ نہ دے۔ مگر رمان اور آٹھ سیڑیاں اندر مری رات۔ یہ ہے مایہ حیات۔ اس میں ہوا چل رہی ہے۔ سو تم کی تسلی۔ یہ ہے اداسی۔ یہ ہے حادہ کا کوڑا۔ یہ ہے سارے دروازہ مدان اندر کی روشن شہا بہن سنے سے دروازہ پر آ رہے ہیں۔ بڑے کچھ اچالا پسہ آ رہی ہیں۔ ڈر انگ روم سے بڑے بڑے کمرے میں سے کچھ آج نہ آ رہے باتو کی آواز میں آ رہی ہیں۔ جس کو ایک شہر بجاں خدنگار ہمارے خصل سے کوڑوں کے برابر کھڑا کن سستیان سے رہا ہے۔

س کہنیاں اس بعض اوقات وسط سو قلم میں اس زور سے بولتی ہے کہ خدہ رنگارخ زور ہو کر یہ سے ہونے لگا۔ اس کے ہر معلوم کر کے

اور اون کی باتوں سے خطا حاصل کرتا ہے۔ جو یہاں سے سخی سنائی دیتی ہیں۔

حامد: یہ تو ممکن نہیں۔  
مس: بجا درست۔ اچھا تم قسم کھا سکتے ہو کہ مدت العمر تم اسے ہی پابند رہتے ہو۔

حامد: جب تم قسم کھا سکتی ہو تو میں ہوتا کیوں ہوں۔  
مس: کیونکہ فرقہ کافر و جہت۔  
حامد: تو شاید ہم بشپ کار لاکں۔ یہی بھی الزام لگاتی ہوگی۔  
مس: نہیں وہ تو مقدس آدمی ہیں۔ اسبوں کا کیا ہے وہ تو گویا دنیا ہی بن نہیں رہے۔

حامد: مس علی ہذا میں بھی مقدس آدمی ہوں۔  
مس: دور از اہ آوار۔۔۔ ہی بجا۔ ایسے تمہیں اٹھو۔  
مس: کیتھارائن کے شاہ کے جوش نے آوار کو اس قدر مسند میں دی کہ مدد مانتا نہ رہا۔ ہر پڑھکا۔ لاکہ وہ عادی ہو گیا۔ ہر روز اسے کام دینا شروع کیا اور دن میں ہی اس کا کمرہ باراک آگام کرسی پر حامد سے نکلے۔ یہاں ہے۔ میں کیتھارائن اس کی کرسی سے کرسی بڑھاتا ہوں۔ عجب دلہا مانہ اور مستانہ انداز سے بولتے ہیں۔ اسے سبزیر لیمپ اور گلدستہ پہنے ہیں۔ میں کیتھارائن کا عہدوان سنبھال اور اس پر پرفن بائیں ساوہ دون۔ کچھ حق میں عجب ظالم شامت ہوئی ہیں۔ اور کچھ ابھی کا اس عریب کے دلیر ایسا افر بڑا ہے کہ خانہ گاہ کی آنکھیں گویا شینو من سے گدے کر سہے ہر ہر جا لگی ہیں۔ اس کے گال پر خسارہ۔۔۔ اس رونی میں جگا۔۔۔

ڈالی تھی اس دن سٹے بعد ا ہوئی ہے کہ ہر رات ان انا شبہ کی طرح ریزہ ریزہ  
 کرے۔ حامد کا دل بھی کچھ بچھڑا ہوا تھا چلا سہا۔ کہ اوس کی نگاہیں مار مار کر آتے  
 آتے تھیں رحساروں پر بیٹھ رہی تھیں اور جب وہ ہمارے کو کسی دوسرے پر  
 مہر کرے سکے۔ لیکن مجھ سے جھجھوڑتی ہے تو اوس کے ہاتھوں کو نہ دیکھتا  
 سے جھگٹتا ہے بلکہ نہایت نرمی اور اگھنت کے انداز سے میرے ہاتھ دتا ہے  
 نگہ حامد کے دل میں کہنا ان کی خوبون کا انا افسانہ جس کو اکتہ ہارائن  
 حامد کے اوس پر اہل محاسن ہو گئی ہے۔

حامد صحت و ندرت سی کر رہا ہے اور اس پر وہی باقاعدہ وزنتوں  
 نے اوسے اور بھی نوانا اور جو کمال کر رہا ہے اوس کے بارونق چہرہ  
 سے تشابہ جو امر دی دلبری شجاعت۔ اور الفحی ٹیکسی ہے۔

جوڑی خوبصورت ہستیانی اقبالن کی کانٹاں دتی ہے بڑی بڑی جھپ  
 بہرا ہوا حسنا شتی خط کھلے ہوئے رنگ اور ہنسنے کے اوس کو اوروں والا لگے  
 ہوئے ہیں

خدا اے آدھون کو ندرتیں نہ بنائے کہ اسی ہر وہ ہیں  
 لاکھوں اکاؤں کرتیں۔

خدا نعم جیسی کو بہا کر نہ بنا دے کہ لوگوں کو جاں ہی  
 و مال سلووم ہے۔

ہر نعم پر کو کہہ اتر ہیں۔

مجھ سے کچھ نہ بہا اور یہ نہ کا بھی نہیں۔

نہ ہمارے نہ کمال ہے طالع اہل ہمارے ہمارے کہ ہر  
 اسے دیکھ اور ٹھنڈی سا سہا کیوں ہیں۔

حامد کارنگا کچھ نہ کر رہا ہے کہ کچھ نہ کر رہا ہے کہ کچھ نہ کر رہا ہے



دیکھتے لگی۔

مس ڈیر حامد تم کتنا ہی چہپاؤ چہپاؤ نہیں سکتا۔ اسوس تم مجھے نہیں سنا  
کہ بہہ کنا مان ہے۔ (دلیں) کاش بہہ میسر ہی اترے ہو۔  
حم کو نو ہم ہے۔

مس اگر آپ سچے ہیں تو میری درخواست کیوں نہیں قبول ہوتی۔

حامد یہودی کہہ چکا ہوں کہ بہہ تو ممکن نہیں

حد منگار (دلیں) کاش بہہ سوال بچہ سے ہوتا۔

مس چیر تم ایک دن حد کے سامنے مجھ سے سرمدہ ہو گے۔

سامد (ہسکی) سرا ہی تو ہی حد اسے اور وہی خوب جاسا ہے۔

مس حیریں لو اب جانی ہوں رات زیادہ آئی ہے اور آپ کو کل

اس امر پر غور کر سہ کی اور مہلت ہے۔

حد منگار یہہ سنگیر سے ہٹ گیا اور بہہ آمدہ ہیں جا کر دروازہ سے

پرسے لکس اوسی سیدہ میں کھڑا ہو گیا۔ مس نے آہستہ سے دروازہ کھولا اور آگے

قدم ڈرہا۔

حد منگار (نہایت آہستہ سے) کون؟

مس (سنگیر کر) چہپا ماحول۔

مس نے یہہ کسنگیر آہستہ سے حد منگار کے گلہ پر ٹھپڑ مارا۔

گستاخ حامد کوتاہی شب سے موقعہ دہا کہ وہ اس حرکت کا ایسا ہی جواب دے

مس سکراتی ہوئی حلدی اور یہہ نہایت انصر دگی سے یہیں۔ دگیا۔

حامد ہاں آؤ

حد منگار حاضر۔

حامد میر صند و تچہ اور ظمدان لاؤ۔

مخدومگار

بہت اچھا

یہ خط آئے ہیں۔

حامد

یہاں رکھ دو (دوبلے) لاجول و لاؤۃ اس خرافات بن آج

خطوں کے جواب بھی نہ لکھتے (خط ہاتھ میں لیکر) ابا اکرم کا خط سہ ہے۔ (لیمپ کے درجہ  
جاگر اور خط کہو لکھ آہستہ آہستہ آواز سے)

۸۔ فروری ۱۹۷۹ء۔ یکشنبہ۔

مہلی حوض قاضی۔

مخدومی مظلوم العالی۔ نسیم۔

حاصل عالم خواب میں گدھے ہوئے و افعات اور بھولے سرے  
سوانحات مجسم صورتیں بنکر کھنچی خوش اور کھنچی غمگین کر دیتے ہیں۔ عالم بیداری میں بھی  
انسان کی اوس پیش ہیں آنکھ کی مدد کے لئے حوامید کچھ چشمہ سے ہمیشہ آہستہ آہستہ  
کا خواب دیکھتی رہتی ہے خیال گدشتہ و افعات اور کارروائی کے نوٹو بہت  
پیش نظر رکھتا ہے جسے وہ ہم لمحہ لئے لئے سیرایہ میں ظاہر کر کے گاہے حوض اور گاہے  
ملول بنا دیتا ہے۔ حوض اوسلوں کے طامع مخلص ہیں اوس کی امیدوں اور آرزوں  
میں بھی اختلاف ہے لیکن اس نوع کے ایک خاص فرقہ کی حالت اگرچہ ایک سی  
تو نہیں مگر ایک قسم کی ضرورت ہونی ہے۔ یہی وہ حالت جو عالم تعلقات میں دم رکھنے  
سے پہلے اوس کے عمدہ صبر انجام کے مزداد اس اور اس مطالب کے حصول میں کما بین  
سعی اور گزشتہ حالات اور حاصل شدہ مطالب کے درجہ سے آہستہ کے  
رہتوں کو کتا وہ ماسدود یا کرجو تھی یا تھکر کی کیفیت کے محسوس ہوئے سے  
بیدا ہونی ہے۔ حداد و بدتعالیٰ جن کو شروع ہی سے تشارع لقی سے چھڑا کر  
عالم قدس کھڑت متوجہ کرے تو اوس کی توکھی ہیں حالی و رہہ ہر فرد کو اس  
رمانہ میں خصوصاً اس رمانہ میں اس سے چھٹکارا نہیں ہے۔ اور ہو ہی نہیں سکتا  
تساری قتلوں بدل سکتے ہیں۔ اور بدلے رہتے ہیں اوس کا اثر اگرچہ عالم گیر ہو  
گباروں سے جینا ممکن ہے اور بہتیرے قانون بہت سے استخاص کے لئے ماکل

بکار ہیں مگر قوانین قدرت جو دبیر سموت والا رص لئے نظام عالم کے واسطے نائی  
ہیں اپنے معقن سطح کوٹ تعمیر سے پاک ہیں اور سطح وہ ہر شے پر نادر مطلق  
ہے اس کے قوانین ہی ہر فرد پر ہادی - اس حقائق موجودات کے بھتہ  
جان سکتے ہیں کہ اس دائرہ میں ہونے کے سب سے اکرم کا دل ہی شروع  
ہونے والی دنیا کے مساکم کے تفکرات کا مرکز بن رہا ہے -

عمر کا وہ حصہ حونی الحقیقت ہر طرح اعلیٰ درجہ کی عزت کا مستحق ہے  
کیونکہ ملا واسطہ تعلقات سے سروکار نہ ہونے کے سبب علی قدر حیثیت و فکری  
کام نہانہ ہے گزر چکا ہے - اور الحقد شد کہ پہلے لحاظ سے بہت اچھی طرح گزرا ہے  
اور سرے لحاظ سے ہی سہی سہی تو نہیں کہا جاسکتا الا وہ بات جو اس وقت حال  
ہونی چاہئے ہی نصیب ہیں - گنگا بہر ہی ہے اور ہم صرف اس ہو اہی بہر  
اکٹھا کئے بٹھے ہیں جو کسی کسی اوس کی خوش آئیند لہروں پر سے گزرتی  
ہوئی ادھر آجاتی ہے - اول تو فریہ ہی ، اختیار کیا گیا جس میں اس سے  
زادہ ہونا ہی کہا تھا اور افسوس ہے کہ اس کے ہی مناسب علیہ حاصل نہ ہو  
حرایم - اے اور بی - اے کی دگری زور رہی ابھی تو البف - اے -  
ہی کے لالے پڑ رہے ہیں - کل امتحان کے واسطے نام پہنچا ہوا ہے اور  
آج یہ نماز نامہ لکھ رہا ہوں جو مہری نظر میں آتے ندیدن موزہ از پا  
کشیدن معلوم ہوتا ہے الا چونکہ نتیجہ کو نوکل علی اللہ تعالیٰ جوڑ کر  
محمور اس سال ہر طرح نئی زندگی میں پھیلاؤ قدم رکھنا ہے شاہد پیش از مرگ  
و ادیلانہ جہال کہا جاسکے -

یہ نئی زندگی کا زمانہ عمر کا موسم بہار اور اس کا شروع جوبی کے  
لحاظ سے نوروز خیال کہا جاتا ہے - الا سائے کہ لکھو ، تا از ہمارش یدہست  
حب اس کا شروع اس یحید گون کا ہے تو آئندہ تو کیا کچھ نہ ہوگا اور حلاچہ  
لوگ انہی ذمہ داریوں کے ابار اور اس قدر تفکرات سجاوے جاکے

کثرت کے باوجود کیونکہ کھلا کہتے ہیں - پر یہہ ہی صالح مطلق سے کہہ سکتے ہیں  
 مفصل پر دل ہے - کہ اوس نے اوس میں ان کے واسطے دل جیسی سیب ا  
 کر دی ہے - اور دلچسپی ہی ابھی کہ جون جون زمانہ گزارنا جاتا ہے سچا  
 دل گہرا سنے کے اور دلہستگی پیدا ہونی جاتی ہے وہ نہ لغو ذبا شد کہ سن  
 دنیا کا ہے سود اور بے نتیجہ بکھیرا آنکھ پر کر دیکھنے کے قابل ہے - حبیب ہر ایک  
 چیز ہر ایک کامیابی گزشتہ اور گزشتہ ہی ہے لوہ حاصل ہو تو کیا اور نہ حاصل  
 ہو تو کیا - کھانے پینے فالیشان مکان بنائے شہرت دولت جمع کرنے کی ضرورت  
 اس سب سے ہے کہ انسان جتنا ہے اور اوروں پر تفوق چاہتا ہے الا ان  
 جیسے اور تفوق چاہنے کی ضرورت کہوں ہے - اور جب نتیجہ معلوم ہے اور  
 یقینی ہے اور بہت جلد پیدا ہو گیا ابھی ہے اور بار ملائق سے سود ہی ہے  
 اور رنج وہ ہی ہے تو اوس کے حصول کی تمام تحصیل حاصل - مگر یہی یہ وہ ہے  
 جس سے دنیا کو دنیا بنایا اور انسان کو انسان - انسان دیکھتا ہے اور جانتا ہے  
 اور سمجھتا ہے مگر کر کچھ ہی بہن سکنا - میں کہی اس شروع ہونے والی حالت کو  
 عزت کی نظر سے ہیں دیکھنا مگر شروع کرنے پر مجبور ہوں اور شاید راسر گرگی  
 سے اور اب آسا ہی نہیں کر سکتا کہ اوس کی کو یور کر سکوں - جس کے چھڑنے  
 کا مجھے اموس ہے - میرا بس چلتا تو شاید کہہ ہی گرتا کہو کہ جہاں تک میں اپنی  
 طبیعت کا اندازہ کر سکتا ہوں مجھے اس سے نفع لیتی ہے وہ وہ بہتہ دن سے  
 دلہنگی حاصل نہیں ہے - میں شاید زیادہ ہوں ہونا اگر ہر جہ گہر نہ غصہ  
 گہریدہ سر عمل کر سکتا - کہ کس نگوید کہ از ہنجا مجنوں اسکار و اور اس سے زیادہ مجھے  
 کچھ چاہئے ہی ہیں - مگر اب ہم نہیں ہو سکتا کہ انیا ہم اسنے بار سے غرور  
 برڈا لکرا دل کے سک کو اور ٹھاؤن - بلکہ میری ذاتی عہدوں پر یہہ مست  
 ٹہا ہی ہوئی ہے - کہ اون کی آرام اور یہہ منکری ہی ہں کوشش کروں -  
 اور یہہ میرا قرض ہے - آج صبح کو جب میں اس دہن میں متعرق ہا تو قوت

دل ہے۔ جس دن آپ نے ایک مقررہ آواز سنا مہ میں احقر کے اگلا تائب  
معاش کے ارادہ کا استعصار فرمایا تھا۔ اور ایسی مرہبانہ کوششیں احقر کو کوئی  
ملازمہ نہ دلائے ہیں۔ وہ کہ۔ بے کا وعدہ کیا تھا میں اسے نہیں خوش قسمت حبال  
کر سکتا ہوں اگر میری ارا دی خود نمایاں مجھے بہت عذر ہے آپ کی خدمت  
میں بندگی سے بدلے کے لیے کہہ سکتا ہوں۔ مجھے اوس صورت میں اس کی ضرورت  
بھی نہ ہوگی۔ ملازمت اس زمانہ میں غلامی کے برابر ہے۔ میں جب کسی ملازم  
شخص کی سبکی اور مجبوری پر خیال کرتا ہوں یا مشاہدہ کرتا ہوں تو مجھے اتنا  
ہی رحم آتا ہے جس قدر کسی بے دست و پا شخص پر۔ لکن مجھے ہی اس سے گزرے  
نہیں گورنمنٹ انگریزی میں ملازمت ملنے کی وقتیں اور کیا ہی آپ پر مخفی نہیں  
اور جب کوئی ادنیٰ سی ملازمت ہی خالی ہوتی ہے تو ہزاروں لائق آدمیوں  
کی غرضیاں حفا رت اور سہ سوانی کی نظر سے دیکھی جاتی ہیں اور اسے کام  
کے لئے علاوہ عمدہ لیاوت کے کار کردہ استنفا ص ڈھونڈے جاتے ہیں۔ اور وہی  
استیفاء لئے جاتے ہیں۔ یہ مطلب ہر ہے کہ میرا درجہ اس سلسلہ میں کیا ہے۔

عمرہ ناو ر طاب اور عشوہ پتہ مانا بید

ہنس یاں دل۔ پتہ سونا در ہنس مانا نہیں

یہ سب ذرا اور سنڈھون کے ناو و دسمو اہ قلیل جس میں گزرا رہی  
بت کلی جیل کے۔ رخصت نہیں ہو سکتا کہ ان سب کو گراں سمجھا جاتا ہے کم از کم اس سب کو گراں کہ  
اوس کی ضروریات کو کافی ہو۔ کے۔ آپ کی حامت میں رہ کر ملازمہ میری ارا دی کا  
عمدہ نعم البدل دے دی۔ صرف ضروریات کے لیے اور اگر بے کی حوائش رہی نیگی۔ سو  
یہ حتمہ زیادہ تر قسمت میرے ہے۔ اور ہاؤ ما دکن وہی کہہ مونس کے چھس۔  
میری ضرورت صرف میری ضرورت نہیں ہے اوس کے واسطے تو مجھے بہت  
کم درکار ہے۔ مگر اوس کی خدمت غلامی پر اگر بے کے لئے ضرورت ہے خدا

جگہ کی اور جب آپ کی مرہبات لطافت میرے حال پر پہنچیں تو میں یہہ  
 لکھنا بجا سمجھتا ہوں کہ میرے واسطے کسی مناسب موقع کا خیال بلکہ تلاش رہے  
 میں خود بھی اس شخص سے ناغل نہیں مگر امید کرتا ہوں کہ سبب الاسباب  
 حقیقی کی بے انتہا مہربانیاں یہہ چاہیں گی کہ اس دارالارباب میں آپ کی مبارک  
 سی سے یہہ کامیابی حاصل ہو۔ اسانی طریقہ کے موافق میں نے اس قدر عرصہ پہلے  
 کوشش کیا کہ اس سبب سے کیا ہے کہ شاید میری عداوت السعی میں کمی تات  
 کر کے کسی موقع کے واسطے انوس نہ دے۔ والتسلم

محمد اکرم

(خط رکھ کر) خوب! اشارہ اندھا دانت! اچھی حاصل کر لی ہے اور مناسب ہے  
 آٹھل کئی جگہ موقعہ بھی ہے۔ انشاء اللہ کوئی صورت نکل آئے گی۔ (دوبارہ خط پڑھ  
 سے یہی نظر الکلم مگر کوئی جگہ اس کے قابل نہیں۔ ماضی صاحب کے نامداشت  
 و اسامات مجھ سے اس قدر ہیں کہ ان کے مقابلہ میں اس کے واسطے جس  
 کو سن کر ان کم ہے خصوصاً اس قدر دور دراز پر بلا مبالغہ تو کچھ نہ ہو۔  
 (در اٹھ کر کے) نثر ناخن سدھار ہو جائے گی میں نو لکھتا ہوں اللہ سے لاسات

ماہینہ  
 ہر ایک زاد سا حار مابین لوشید رحام دہرے کل میں علیہ سافان ا  
 اسے اندھیری رات کے چمکتے تاروں ہتھار ہی جگہ گہری کی ٹہنی اتر  
 میں اور دور اور وطن مسافر کا کیسا دل بھلائی ہے جو ایک سندانہ بنگل میں  
 ن ہوا ہے عزیز واقارب سے سجھڑا ہوا فقر میں رہن پر لیٹا ہے یہی نہیں  
 ملکہ ناعدا ہی ہتھاری رہ گئی ہے بے یار و مدد میں ایسا راسخہ یا ہون  
 آخر غصہ کا روشن چاندور کے افق میں ذرا اندھ ہونا  
 شروع ہوا اور تاروں کی چمک مدہم پڑے لگی۔ بلکہ بہت ہے یہ تو دکھائی ہی  
 نہیں دیتے رہیں سرورانی چادر جلدی جلدی گئی اور اس روشنی میں

کلاس دار استہ ڈھونڈ نکالیں گے ہٹا۔ بے ہٹڈے ہوا کے جو نکلے گئے  
اور ہرے بھرے درختوں کی ڈالمان رہتا نہ اور اسے جو میں غیجہ ذرا فریج  
اور لچہ لچو زیادہ شگفتہ ہوئے گئے۔ ہوا کا ایک چوٹکا آیا اور کسی مکس کے  
دور پر ٹٹھکتے ہوئے چرائع کو سمجھاتا ہوا سن سے نکل گیا۔ اسے ہی میں شہر  
میں روشنی ظاہر ہوئی اور نیرونک ہم بڑی آب و تاب سے نکلا ایک اور تارا  
حوما ہتاس کی روشنی میں شرمناک کہ چلا رہا تھا انا فنا غائب ہو گیا رمنہ رمنہ  
باہت تاب ہی سفید بڑگما۔ اور اس نے اپنی نورانی شعاعیں زمیں سے اٹھا کر انور کا  
سفر حلیہ حلیہ اختیاریا کیا۔

اب آفتاب کی کرن بہ نہایت تیزی سے چمکتی ہوئی زمیں و آسمان پر برسرِ  
گنبد بلند ہوتے ہوئے وہ سمتِ الراس تک آگیا۔ کسی آنکھ کو تاب نہیں کہ اس  
دیکھ کے جس جسم کو روشت نہیں کہ اس کی گرمی سے سکے۔ مری سیم سحری حواسے  
خوشگوار ٹھنڈے ٹھنڈے چوکوں سے راحب ہو گیا رہی تھی۔ اور ماسک  
عینون کو نگفتہ کر رہی تھی صرصر بن گئی۔ اور اپنی لیٹوں سے آں ہی لو حاستہ  
نکلون کو مر جہانے لگی۔

اسے دیکھنے ہوئے منور چہرہ والے حور شبدا نری گرم بار بار کی کہ  
 آگے ستاروں کا جھرمٹ ذرا ہی نہیں دکھائی دیتا مانتاب ہی تھک دیکھتی ہی تھم  
 بڑ گیا۔ کیا اب ہراؤں کو موقع نہ ملے گا کہ وہ اسی سرزمین کے سسے والوں کو  
 اپنی صورت دکھائیں۔ کیا نوے تے تمام عالم کو مسخر کر لیا؟ کیا نیرا حلال ہمیشہ قائم رہا  
 نہیں کبھی نہیں ایہ زمانہ کی عادت ہمیں !

دو پہر ڈھل گئی اور اب آفتاب کی آب و تاب میں فرق آنے لگا  
چند گھنٹہ کے بعد اوس کے چہرہ پر زردی چھا گئی۔ جسے کسی حان بلب تنص  
دم سر۔ اسے چکاتے ہوئے سپارہ تو اب مکان ہے اور آسمان پر ڈور الٹی

طوفان خیر اندھیری رات کا کٹھن لگا کیونکہ یہ ہے کہ زمانہ ایک کو چھپاتا اور دوسرے کو دکھاتا ہے ہر ایک عورت خاص کر، عاویہ، افروریزہ، ناسہ ہے اور پہر غائب ہو جانا ہے۔ زمانہ کے ہاتھ تھتی کا بروہ اس سر ڈال، جتنے ہیں۔ اسطرح انسان ایک بہل ہے، جو گلشن ہستی بن کہتا ہے۔ اس کی نیکی اور بہلائیوں کی خوشبو چاروں طرف پھیل جاتی ہے وہ خوشیاں جگمگے ہوئے تارے کی طرح اپنے عزیزوں کے علم بن دل بہلانا ہے اور وہ اس نے کاروائی اور تجربہ کاری سے آئندہ نشان اور ایسی ہم عصروں کے واسطے نرخی کارہ نما ہو جاتا ہے۔ اس کا دل چاند کی طرح رہش ہوتا ہے۔ اور صلح کل کی مسور واعیں جو اس کے نکلی ہیں وہ اپنے سرائے سب کو ڈھارس دیکر بے غرض ادا کا یقین دلائی ہیں۔ وہ شہنشاہی لقب اختیار کرتا ہے۔ اور ناما بہرین آفتاب کی طرح اس کا نام روشن ہوتا ہے اس کے شہنشاہت و جلال اور سب و داس سے اپنے کاٹھن کاٹھن ہن دور دور ملک اس کے نام کا ڈنکا بجنا ہے اقبال اس۔۔۔ سے قول ہارتا ہے اور وہ فہمندی کے نشان میں کے اس سر سے اسے اس کے مرنے تک اڑانا ہو اچلا جاتا ہے مگر کہ ایک زمانہ فنا کی چادر میں لپیٹ کر گامایا کہ گیت ہے بن ڈال دیتا ہے اور ایک دم سے ساری عالمگیر سی جیسے لہا ہے۔ نعم و الم کی کالی کالی گھٹا بن میں مادہ عزیزوں کے دسریجھا حافی ہیں اور وہ حرام نصی کی ڈراوٹی رات میں ٹکرائے پھرتے ہیں۔

دیکھو دو ٹولے صورت و دشمنہ لڑکبان ایک، سکاں بن الگ کمرہ میں بیٹھی آنسو بہا ہوا کر ہے دل سے غمرا المٹا رہی ہیں۔ دو لوگسی مارہم سے اسرودہ ہیں۔ رخساروں پر زردی چھا گئی ہے دلفریب نرگسی آنکھیں سچ ہو رہی ہیں آنکھوں سے اکسور با ہے کہ اڈا چلا آتا ہے۔ ایک ہاڑہی کہ دلپر ٹوٹ رہا ہے۔ ہمہ دونوں صرف جہاں اور نارین اور ہیں یثرب کو اسنے یدر نزر گوار فاضی محمد جس کے اجانک انتقال کا ملال ہے ناز بن



دیکھتے ہیں اور دل ہی دل میں آپس ہر کر آفسوہاتے ہیں۔ کبھی وہ ایک دوسرے کو لسیکیں دیتے ہیں گانے فوسن کہ اس میں اس قدر ناکامی حاصل ہوئی ہے کہ خود ہی بقیہ رہا ہو کر دوسرے سے زیادہ گریہ دکا کرنے لگتا۔ امدید ہر وہ لوگ کہ مونی جیسے شاعر آفسوہ اون کے پاکہ اس امر گرتے ہیں۔

قاصی صاحب کی بیوی ایسے عالم بیوگی میں غم کی مسم تصویر بن رہی ہیں۔ اگرچہ آفسوہ تک ہو گئے ہیں۔ اور ربان سے آفت نہیں نکالتیں مگر دل کا عیب عالم ہے اور جب وہ غم لڑکے کہ وہ کو دیکھتی ہیں تو اور ہی حزن و ملال کے آثار چہرہ سے نمودار ہو رہے ہیں۔ لیکر اس عالم میں ہی حدایرست اور خود دار بیوی صبر و شکر سے کام لے رہی ہے۔ اگرچہ کایہ بھٹا جاتا ہے مگر صبر کو جبر کی حد تک کسایہ ہو سکا ہے۔  
 باہر لڑا عامہ میں کچھ لوگ حفاقیہ سوم کے تھریب سے آئے تھے بیٹھ ہوئے مرحوم کے صاحبزادے عیدہ اور صاحبہ پیدہ بیان کر کے آفسوہ ظاہر کر رہے ہیں۔ مولوی جلیل الدین قاصی صاحبہ شری عیسیٰ کے آدمی تھے۔ بڑے سیرستیم اور کریم الدین تھے لوگ داناں ہوئے کاشہ کو ہیں۔

مستحق علی اجی مولانا اس زمانہ میں بھی کہ بھار سے پیش لیکر کہہ رہے تھے انکی آمدنی کا بہت سادہ شیعول یوں لاوارثوں کی امداد میں صرف یہ تھا۔  
 سنج رحمہ اللہ ابواہد اکبر لیل انکا تھا کہ وہ سے مارو، غلیہ کے دوسرا کام ہی نہ تھا ابی اس سے سزا ملی بنی ہر اہل کسے ہو، کبھی اٹھتے تھے۔ اسب اس میں حیا کا موی ہوا ہوا ہوا۔

سرتق علی حاجی ہیں۔ کیسے دل و جان سے کوشش کرتے تھے کہ واکا دل بہلا ہو۔ مے کی لواغیر نامہ لاری نہ تھی۔

ماددا علی وہ بھار کس عالم میں سے تھے لوگ اون کے خیر خواہ اور۔ روح ساری کوئی عریب ہوتا اور سے چارہ انکا ملی میں آجاتا اور ان کا جرات اکہ انہوں نے اپنے پاس

شیخ کلن خازنگار  
ہاں کیسے اچھو آدمی تھے، اللہ اون کو رحمت نصیب کرے  
ہمارے زمان باپ جو سمجھو وہی دیکھو، ہم نوکروں سے بھی سچے ملائمت سے بات کرتے  
تھے، اور کیسے خوش خلقی سے ہیں آتے سلج اس گھر اسنے کا بڑا بوڑھا سد ہمارا سچا بن  
ہے کہ سب کے سر سے تاج اتر گیا۔

شیخ رحیم الدین  
ہائے اب ایسے نیک آدمیوں سے دنیا خالی ہو گئی، اور  
کبھی اچانک سورہہ اتع ہوئی، پرسوں مجھ سے ملاقات ہوئی، کل سچ کو درواڑا کھلا  
تین بچے تو انتقال ہی ہو گیا۔

مولوی سدا الدین  
جہاں حضرت اُراد اسماء اَہلکم لاکسائر اُرون  
سَاعَہ دَلَا کَسْتَفِدُ مَوْن۔

مہر فتح علی  
میری جگہ میں تو نہیں آتا۔ کہ دنیا ہے کس مرض کی دوا۔  
اور یہاں ہم لوگ کیوں بیچے گئے ہیں۔ ایک نالک کا ساتا سا ہے کہ رات بھر طع طع  
پر، دیکھے جس کو کچھ ہی ہیں۔

مولوی جلیل الدین  
کُنْتُ کَذَّابًا فَاجِئْتُ اَنْ اُعْرِدَ تَحَلُّفُ  
الْخَلْق۔ محرم نہیں ہے تو ہی تو اُہار اذکا  
ضیاء اللہ افسر

شیخ رحیم الدین  
غم کے کھانے کے لیے بیدار کیا انسان کو  
ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ بنے کرو بیان

جناب عالی یہ تو وہی حاسے کہ کیا تاکت ہے گراں میں تنک  
نہیں کہ تعلقات دہوی، سے سود اور ول ازار ہوتے ہیں، بادشاہ ہو یا غریب امیر ہو  
یا فقیر کسی کو رنج نہ کرے۔ اعتیاج، حرص سے خالی نہ یا دے حقیقی سبب فکر کی کو کھلتی

نوٹ سہ حسرت اہل آتی ہے کہ ایک ٹوٹتی ہے، ایک سہمت پہلے آتی ہے  
سکھ میں یوستہ رہ رہا نہ حساب میں سے بہ چاہا کہ لوگ عجب پہچان لو میں سے  
خلفہ کو بہرہ کیا۔

موسیٰ - بچہ ہے یا جوان حواہ بورہ سب ای تو اپنی اپنی ساطعہ موجب ادھیر بن  
پین لگے ہوئے ہیں -

ضیاء اللہ احقر حضرت بالکل بکا ہے - کسی نے کیا خوب کہا ہے -  
جور ادیب و شوقی حبیب و عنہم نشور

اپنا کوئی زمانہ نہ گذر انسر لے میں  
مولوی حمید اللہ بن بھائی ارام و سنے فکری کے تو سب طالب ہیں مگر نیکی  
راہ نہ ہیں آتے تھے جس قدر تعلقات دیوی کم ہون گئے بنے مگر جو زیادہ اور حب  
یو سکر می حاصل ہے تو ام بھی ہے - دور خوش رہی ہے - آدمی کو چاہئے کہ ہمیشہ سوتیکے  
دست بند رہتا رہے جسے مسافر اسٹیشن پر روانگی کے واسطے -  
بسیار اقتدر احقر استعمار باش خواجہ کہ انہر گر چارہ ہست  
غافل مشو کہ عمر غریب نہ دو بارہ ہست

دور زندگی کا جو صحت من کہ مصروف ہیں دم

زیر اک روز مرگ بکس آسن کار ہست

شیخ رشید الدین مولوی صاحب میاں رک رک لو دنیا - الگ رہا بلکہ  
مشکل ہے خود انسان کے پیچھے اس قدر کہ بٹہرے لگے ہوئے ہیں کہ ان سے ہیرا  
ہوا ہو چٹکارا ہی نہیں ہوتا -  
مولوی حمید اللہ بن بھائی صاحب کیا کہتے ہو دل سار و دست بکار چاہئے -

اندر

اس کے دنوں میں فاصلہ شاید نہ کچھ رہے - دامن کے چاک اور گر بیان کے چاک میں  
راہ کا وقت ہے اگر کہ مالا خانہ میں آج - دستوں کا ہجوم ہیں ہر طرف  
مسموم - اس کے یاں پہنچا ہے - یہ وہ نگاہ و تکیہ سے لگے حقہ بی رہے ہیں اور

آہستہ آہستہ کچھ باتیں کرتے جاتے ہیں۔ سانس کی حیران کی دھم۔ دھنسی اکبر کے چہرہ  
کا حزن و ملال اُنکار کر رہی ہے۔ اُنکا چہرہ اُسرا ہوا ہے۔ آنکھیں سُرُجِ دین لپ  
خٹک۔ دل اندر سے ٹپ۔ ٹپ۔ مار مار لہو، ہر ٹپ۔ ٹپ سے سانس آتا ہے  
پہن اور ٹپ جاتے ہیں۔ دل اندر دگیں پہرا چلا آتا ہے۔ اس۔ نہ چکا ہے۔  
ہوش اڑ رہے ہیں۔

اکبر آہ۔ یارِ اَزِ دُنیا۔ جھپکے کا معلوم تھا کہ تو میو جاسے تیسری  
عنائیں صرف مجھے اور بر باد کر۔ انکو نہیں۔

مقصود ارے یہاں تیسری تو غصیب کیا ہم سب نے کر لے۔ تھے۔ کہ وہ اس  
حرکت سے اور اُٹھ جائیگی۔ یار تم کو ڈھیس یہ لاسٹے مار کر دے گی۔

اکبر ہائے کیا اچھی دوست تھی کیا نازک اور مھرنیلا دل والا تھا اس سے  
بہتر آنکھوں نے کبھی نہیں دیکھا۔ کاش ایک مار اور لڑا۔

مقصود وہ تو تمہاری نظروں جاتی مگر تم نے لونی نائی بات سنا ڈی۔

اکبر جی ہاں مجھ جیسا کوئی دلیر ہو تو لے جب میں سے اسی ٹوٹی  
اوس کے ماؤں پر رکھ دی اور ظالم کا دل نہ پسپا تو اور کیونکر جانتی۔

مقصود بیانِ رام کرنے کے یہ طریقے نہیں۔ اُس راستہ تھیں وہاں  
جانا ہی نہیں چاہئے تھا۔

اکبر اچھی دوا نہ ہوئے ہو میں نے جا کر کرنا کر لیا۔ خدا کی قسم

اوس کے چہرہ پر لڑی ہے تو ہاتھ پاؤں میں ایسا عتہ آما کہ قدم ہی۔

اچھے اللہ اللہ اس موہنی مورت نے کس انداز سے شگبار ہو کر میرے طرف  
کہا ہے کہ اُس یاد سے دل بکڑے ہو اچھا۔ آکھوں میں آؤ ڈیالیا  
میں۔ ہنس چیکے۔

مقصود پیرا یہ اس خیال کو دل سے دور کرو میان ایسے ہر جاسوں سے

دل لگانا بھی نہیں چاہئے۔

اگر ابھی نہیں تو بیان نہ تھا اگر کہو ن رہی تھی اور پہرا ب  
 چلی گئی کچھ نہ ہو گا نہ ہو گا  
 اکبر  
 بیان آ رہی تھی بال نویرا ح رہ شوق کہیں پہنچ لایا تھا  
 خود سہ نو پہنچا اس پہا پر ہ عاشق تھے  
 اکبر  
 اوس سے ارا جاں سے اس کا کانی گہی تھی وہاں سے تو کسی  
 وکیل کے ڈر کے مار کے کھا نہیں وہاں سے کوانو لفون سے بچہ مستحق کیا اوس  
 ذرا عالم سے میرے او اسٹے پڑے ۵۵۵ سے کر دے آ میں سے مانا اوس کا دل اہم  
 آکیا  
 یار تو کہتے ہیں کہ تم سہلی ہو بس ایتہ خوش رہ سہتہ کہ تھے  
 وہاں سے پہلے پہلا وہ نہاری صو سے سزا ہوئی کہ کہیں رفتہ رفتہ دور سے  
 ڈالے تھے  
 اکبر  
 یار شوق نے بھی مانا ہو نہی کچھ ہی ہو من تو یا اوس سے ڈھونڈ کر  
 نکالوں گا باہر جاؤں گا۔ اس ٹہاں لی ہے  
 منصور  
 قصہ کہلو اؤ جنون کے سے آ ماراں  
 اکبر  
 ہاں بہائی سیج کہتے ہو جس پر بستے وہاں حاسن ظم نو دیا جا  
 کر ماتین کرو گے ہی  
 منصور  
 میان لغت لیجھ ایسے معاملہ دنیا میں بہت ہو اسی کرے نہ  
 (ٹیور می جٹ ہا کر) لغت تو میں تمیر بھتا بہن سے تیرے دیکھا ہو ما  
 او غش نہ کہا لے لو جانے  
 منصور  
 اچھا اس کا علاج؟  
 اکبر  
 علاج اے علاج تو یہی یار ہی ہے کہ نہ میں ہے کہ اس  
 بہر جان ترے دل منہ کلنی نہ رہا نہی تو ہی

نیریں بنم میں تو جلتا کہ بچھے ہی ہو پوچھتی جو یو ہیں ہتسا دل کو جلتا تو ملا سے عود ہوتا  
 تو تم اسے مضطرب کیوں ہو سید مل ہی جا بگا۔  
 اکبر افسوس یہہ ہے کہ اب وہ میرے داؤن سے نکل گئی اسب ملی  
 ہی تو سن نہیں چلنے کا۔ دآنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

انہیں کہا کہ کیا درد وہاں ہے  
 نگاہ حسرت آہ نا تو اس ہے۔  
 کہ وہ چاہوں وہ نامہرمان ہے  
 اب آتا ہے وہ صحبت کہاں ہے  
 دم سرد اک نسیم بوستان ہے  
 کہ گہرا ماہو اچھڑے باغبان ہے  
 قبا میں آئے ہیں شہر درمیان ہے  
 کوئی بان لاؤ اس سے نصرت لو  
 کہ آتا شریف نام اکبر ان ہے  
 یہ کہنا وحشت ہے خارا دل کو سنبھالو۔  
 میان وحشت نہیں ہے۔ بس اس آس بھی بھان سے دیں گئے  
 افسوس اب تو دراجوں ہو گیا۔  
 یہ روی۔ یار کہہ ماں ذوق چلے جاؤ۔ بھان چھلے ہی رہے  
 افسوس ہیں ان پر تم اور نمک چھڑکے ہو۔  
 میں تو جلا ہی جاؤں گا نگہم کو ہی ذرا سو رہنا چاہئے رہے راہ۔  
 یہ مانا آئی ہے۔

اکبر کوئی بان لاؤ اس سے نصرت لو  
 کہ آتا شریف نام اکبر ان ہے  
 یہ کہنا وحشت ہے خارا دل کو سنبھالو۔  
 میان وحشت نہیں ہے۔ بس اس آس بھی بھان سے دیں گئے  
 افسوس اب تو دراجوں ہو گیا۔  
 یہ روی۔ یار کہہ ماں ذوق چلے جاؤ۔ بھان چھلے ہی رہے  
 افسوس ہیں ان پر تم اور نمک چھڑکے ہو۔  
 میں تو جلا ہی جاؤں گا نگہم کو ہی ذرا سو رہنا چاہئے رہے راہ۔  
 یہ مانا آئی ہے۔

اکبر آپ میرے معاملہ میں دخل نہ کیئے اور لے لے کا وقت نہ بہہ  
 کر کے ٹھنڈے ٹھنڈے سے تشریف لے جائے۔  
 منصور سے دیکھا کہ اکبر کو اس کا بیٹا مانا گوار کر رہا ہے اس خیال سے کہ صبح کو

پہرہ پہنائیں گے کہ اس وقت الماتر ہو رہا ہے۔ ۵۰ اٹھ کر سیدھا اپنے  
گھر کو چلا گیا۔

اس وقت رات کے بارہ بج چکے ہیں خلق خدا پاؤں پھیلانے سوئی  
ہے۔ آٹھ کا عالم ہے جو کیر اور لی ہمدار کن آوار بنے ہوئے  
خوار سے منہ ارن پر کچھ ہی اثر نہیں۔ طالب علموں سے ہی کتاب  
بند کر کے خواب کا رادہ کرایا ہے۔ خود پڑھتا ہے ہی مار و دلفہ سے فارغ  
ہو کر خواب استراحت میں ہیں اور چونکہ متحد بن اپنی دیر سے بیٹھی بیٹھی  
نمیدہ رہے ہیں۔ ان راہزنوں اور پوروں کی آنکھوں میں بند ہوں  
وہ پولسہ کی آنکھ سے بچا کر اپنا کام کر رہے ہیں اکسیر کے بالا خانہ میں  
اس وقت اکبر کے سوا اور کوئی نہیں۔ وحشت لمحہ لمحہ زیادہ ہوتی جاتی  
ہے، دل گہوارا ہا ہے اور آنسو اُٹھتا رہا ہے۔ اس عالم وحشت میں  
گہر۔ نہ کل اجیری درواہ سے شہر کے ماہر چلا۔  
نصرت اسے زندان چوں زنجیر و کلہ کا ہے۔

مردہ خوار، زندہ پھر نلوا میرا لہجہ۔

آنکھوں سے اشک اور زبان سے اسرار جاری ہیں اور وہ منہ اٹھائے ایک  
طرف نہ دیکھا جاتا ہے۔

آسمان پر تار۔ یہ کہل رہا ہے ہیں قمری مہینہ کی ساتوین رات  
کا عروبہ ہونا ہے اچاند زس کی نورانی چادر سمیٹ رہا ہے لیکن ابھی تک  
شاہ جی کے تالاب میں اس سے مسو چہرہ کا عکس لہرا رہا ہے۔ غالب کے  
پاروں طرف گنگھان ہرے ہرے درختوں کی قطاریں ایک عالم سکوت میں  
کھڑی ہیں گویا ابد شب زندہ دار اور اس کے نماز میں ایستادہ ہیں مان ہوا کے  
ہونکے خدا کا ذوق پیدا کرتے ہیں کہ ڈالیاں جھوم جھوم جاتی ہیں۔  
برس پوروں میں گردن دے بسیرا لے رہے ہیں پر نہر کے چوکیداروں

اگر کسی کے دل سر کیا اتر کر۔ کہ وہ اور از خود رفتہ ہو گیا۔ تالاب کے کنارے بیٹھا ہے انسو کی لڑماتیں ہیں کویا آنکھیں رسا سب کی کمی کو یوراکر۔ بندہ اور تالاب کو لگا لگا رہا ہے۔ بے گناہ بیٹا اٹھا چکا ہیں۔

کسی نو بہوں پر مہم۔ اور نہ کتب ہائی ہے اور کہی نہیں کہ تیر یا مصرعہ کے حروف لئے ہوئے زبان تک آتی ہیں

اے جامہ بارہ پارہ دل میں نہ کہ خاک

یگاہ جب سے یار ہوا ہے تیر قبیب

بیل پر کہہ رہی ہے ہر شاخ بارہ

کم اقصا ہم سے سمجھنے ہیں اہل ہا

اے خوش رستک قرب عدوانہ

اشائے راز عشق میں ضرب السوط

وقت کی تا تیر نے اشعار کے اندر سے نکال کے آکر اور ہر کھیلو ہاں نہیں

سے یہی دم اکٹا گیا اور ایک سرے ندیاں مل کر رہا۔

اکبر افسوس خدا جانتے اسب کراں وہ گرگراں الہی کن کر

سامنا ہوا ہو گا۔ کس کس کی اتھا کی ہو گی۔

کیا وہ اس قابل نہیں کہ زمانہ جس کی دیسی سمجھ کر اس کی پیر سے سو کر

کیا وہ مبر سے ہاتھ نہیں آسکتی۔ افسوس تو کیا وہ عمر ہر

تو ہر اس زندگی سے فائدہ اور ان سے

یا اللہ یہ کیا معاملہ ہے ہر اول کی

اس ظالم کیسل تو کہہ ہو بنی کا

ارے کہیں اسامہ ہو کہ وہ نایار ہو کہ وہ

اور شہکنا ہی کیا ہے۔



مگر نہیں نو کیا میں اپنی بیماری کی اتنی خدمت ہی نہ کر دینگا کہ اس کو اس منام  
کے نتیجے سے بچاؤں۔ آخر یہ میری جان کس کام آئے گی۔ اس کو اسی کام  
میں صرف کیا جائیگا!

### اھفتادہم

میں بلا تاہون اس کو گوارے نہ دل ۱۰ یہ بن جائے کچھ ایسی کہ اس آئے نہ نر  
یہ مہمہ کا عصہ گد چکا فاضی صاحب کی بیوی نے اس میں خیم لڑکی مشرب جہان کی شادی  
۱۰ لوی ذوالفقار علی رئیس دہلی کے چوٹے ٹٹے محبوب علی سے کر دی اور اب اس  
فرمن بھیجی سے بکدوشی حاصل کر کے اکبر آباد اسے ہائی کے ماس جانی ہیں تاکہ بقیہ  
ردگی مادہ اس گرا رہیں۔ مارین الود کو اس سے ساہلے کا بکا ارادہ تھا مگر شرف  
جہاں کے اصرار سے تصور ہو کر اس کو ہنر سے عصہ کے واسطے اس سے ہسان  
چوڑا پٹا۔ کونکہ اولاد کی محبت سے گوارا نہ کیا کہ مشرب کو کبھی اسون سے  
جدا ہوئی ہی اطلح نہ چوڑ دس کہ اس کے عرس پہیلی کو ہی دجاس لیکن پہری  
ارادہ تھا کہ اتو تھوڑے دن کے واسطے خود دہلی آکر اسے ہمراہ لینی چاؤں گی  
یاد ہیں بلا نون گی۔ چونکہ مارین الود سے چاؤں کو بدرجہ کمال اہمیت تھی اس کے  
واسطے نام سامان ارام و آسائش کا خولی کر کیں تھیں۔ اس کے تاکید نہی کہ بہت بین  
دو دلوں ضرور۔ پیچھے رہنا۔ مگر شربت کے کلہے کی کسکو حیر ہے کہ کیا بکا رنگ لائیگی  
پہان کچھ نہ نہ گدرے ہے کہ مشرب کو ایڈ فاء کی ساتھ یاد نہ چاٹا۔  
دہاں تک دل بگم بر خاؤد کی موصہ اور اولاد کی حدائی کا کچھ اسامدہ  
تھا کہ اندر گھسلی جانی نہیں اس سے علاج کی طرف سے بالکل استعاضا ہا  
نہیہ یہ ہو کہ دودل کے سارے عالم مالا سے بھیجا کہ تمام لکھ اس دیوی سے  
سے سکوت کر دیا۔ ماز میں الود یہ ہر۔ یہ پیار رہ تھی۔ گو یا مان کے مرنے کا  
منہ مار رہا ہو گیا بہت روتی بہت بیٹھی مگر سہا سہا جوہ لا حاصل تھا۔

ہمہ تن حوں تووم زوین چکم - گگردا تخم کہ گربہ را اثر است  
 ایک دن اسی سوگ میں بیٹھی دل سے ماتیں کر رہی تھی کہ دروازہ میں سے  
 کسی کے آئے کی آہٹ معلوم ہوئی اور اٹھا کر دیکھا تو وہی حادثہ چلی آتی ہے  
 اسے دیکھتے ہی لہو خشک ہو گیا کہ دیکھتے کیا نیا گل کہاں ہے - ہاں اسے ہنسا  
 اس کے سلام کیا یہ معمولی اور اسے جواب دیکر خاموش ہو رہی - مگر نوربہ صبر  
 اجازت فرمیں یہ فالین کے کنارہ ہو بیٹھی - اور اور کی طرف عور سے دیکھ کر  
 بلی کہ کہتے ہو ہی مزاح کہتا ہے؟

انار میں - الحمد للہ ابھی ہوں -

عورت - اقدار ہیستہ بہتہ ایجا ہی رکھے - سکتے دنوں سے کسا دیکھتے کو  
 ہی چا نہا تھا - وہ تو اکبر علی کی اماں سے یہ بنا ماو - مجھے کہاں معلوم ہوتا  
 مار میں - (دلمیں) خدا جبر رکھے اتار ایچے ہیں - کہیں ہمہ وہ لوگ  
 تو میرے پیچھے نہیں پڑے - ہائے اکبر پڑا تر - آدمی ہے اس دن اللہ نے  
 عورت - کہہ، میرے مولا اب کہا ہو کا (پکار کر مانتے) کساتم اُس سے ملیں ہیں  
 عورت - کجاری کا یہ کے عم میں عجب حال ہے - اسے موسیٰ وہ لودو  
 ہو گنا مالکل مالکل -

مار میں - (دلمیں) دیوانہ پکارو دہستار (مانا ہے) حراتہ کول؟  
 عورت - بیوی کہا ماؤں - جانتا ہو کے ماں ماپ کی دعا ہی لے  
 یہی پڑھا اسے کو سا کرتی تھی آپ کا صبر پڑا -

ناز میں - (دلمیں) منتخب مہر صبر پڑا تا لودو یہ پڑتا  
 عورت - اب آپ اکلی رہتی ہیں -  
 مار میں - (حوا سے وارد)

عورت - بیوی خدا جاننے آپ مہر کو کسا بھیجی ہیں - نگارٹے لڑکوں  
 کا قول ہے کہ اگر بے دھن سے ہی یہ کافول سے لوماں لے میں کجاری

ہوں تو اس بیہوشی مگر میری رائے کو بہہ ہے کہ آپ کو ابھی بہت عمر کا ہے  
 ہے وہ اندر سر کر لی چاہتے کہ بہہ شکلیں جو آ۔ کو اپنے ہانوں پیش آئی ہوں  
 نہ رہا۔

نارین اللہ اللہ۔ کہ مجھے کوئی مشکل نہیں۔ میرے آرام کے قابل  
 بہت ہے۔ بے سر کمانہں بہت۔ صدا دیکھیں میں۔ گوشت۔ میں قفس کے چھ آرام  
 بہت ہے۔

عورت خدا نہ کرے تمہارے دشمنوں پر شکلیں پڑیں۔ اللہ ساری  
 شکلیں آساں کرے۔ رسول اللہ کے حدود سے۔ مگر گیم خدا کے فضل سے  
 آپ خود سمجھ سکتی ہیں۔ کہ کت اس طرح گزرتے گی۔

مار میں نہ آئے کہ اس بھلا سے مطلب کیا ہے۔  
 عورت میرا مطلب کیا ہوا۔ مدت سے لکھنے کو جی تڑپ رہا ہوا۔  
 دیکھتے چلی۔ ہاں جی یہ چاہتا تھا کہ آپ کو آپ کی جائیداد میں آمادہ دیکھتی۔

نارین اب جائیداد کا کہا دیکھتے ہیں لو اس سے مالکل دسہ سردار  
 ہو چکی

عورت پہن ہی کوئی مات ہے اللہ آپ کو مبارک کرے آپ کا نام  
 ردیمہ اور کاغذات امانت رکھے ہیں وہ کوئی لشکرے ہیں۔ کون ہیں۔ یہ  
 ہی ابابا۔ بات ہی آپ کی مرضی ہمیں۔ ہی۔ مگر ہاں اتنا دھرو کہوں گی کہ  
 آخر آپ شادی لیں ہی گی۔ یہاں سے بہتر اباحاں داکر ہوا لا۔ ماسا۔ احمد  
 الایں جان اور کون ہو کا بیوی سچ کہی ہوں راج کرو گی۔ اب ہی لگا گیا ہے۔

مار میں (خسکیں ہو کر مگر آہستہ اوار سے) تمہاری یہ مانیں چلی  
 ہی جانی ہیں۔ اور میں کہہ چکی ہوں کہ ادھر کی دبا اور دھرو حواسے گامیں ہیں۔  
 عورت ما اندر کس یہ کادل ہے۔ تمہیں اول کو دیکھا ہی ہیں  
 در نہ میرا دمنہ رحم نہ آجانا کوئی گڑھی ہے کہ آپ کی دہن اول کو ہیں تہی



ہو کر ہیو قوت آدھون کی سی ماست کرنی ہو۔

دلربا اور دل ہی دل میں یہ سچی و تاب کھارہی ہے  
مگھوٹ کر کے اداس کے آثار روکتی ہے جس سے غصہ کی آگ اور بھڑکتی ہے  
عہدیں، نو آبیہ اور آپ کے مار سٹر صاحب ہیں ۔  
ناز جس

وہ تو حسین کہہ اے ہن کہ سوا اسے و بدو دوسری تمنا ہنس۔ اور  
وہ بھی اتر ہر میں ایک بار۔

جہاں ایک بار۔ ایک مار چور۔ دکھا کر میں ہندو کو گلے کا بار  
 بناؤں۔ اور ایسوں کی قسموں کا ہی میں تم ہی کو نہیں اتنا ہوگا۔

معلوم شد  
یہو کہ پاپا

اں الفاظ میں خدا جانے کتنا اور کتنا اثر ہوا کہ دل سراپا کاٹ کر گناہ کے استعارے کے دل میں سردی پیدا ہوئی۔ (۱۶)۔ غصہ۔ حسرت۔ تپتا گیا۔ اور خستہ گئی۔

مازس  
سرس رادہ۔۔۔ یہ فلم سنٹ شراؤ۔ اوس اکبر نے  
صر آکھا کر لاجوا کسی سے ڈروں۔ (آنکھوں پر آسو ٹوڑا آئے) بہن چہ نہ کی غلی  
سہے جس نے بہہ دن دکھایا (دلہن کچھ سے چیکر) اور اگر یہ ایسا سہا یہ تھا لیکن تو مادر سے  
کہ کوئی رورہا۔ یہی ہے۔ چنے مالہ نہ کی حیو جہ تو اللہ میں اچہ بہن ڈری  
لیکن اگر اہون سے حد نہ لے۔ یہ کارزا اوسہ لہنوں رڈن بر لگے۔ جس جاویں کہہ دو  
عور نے کچھ کہنے کا ارادہ کیا، مگر نہ لڑکی کی شکوے آنکھوں نے ایسا تر  
الاکہ بغیر اک حرف کہہ وہ دار نہ رہی۔

یہاں کچھ لکھا تھا کہ یہ کوکندر کمالہ مار میں اندر کے کمرہ میں مسہری پر جا بیٹھی اس کو رومال سے آنسوؤں سے دھو کر کے کوکافر ہوا خود دوسرا پرل لیا آخر

مٹھنڈے سے سانس بے اختیار بہہ الفاظ لیتے مدد سے نکلتے۔ "اے حامد یہ فراموشی ہے کہ اب ہماری حسرتی نہیں لوگ زن و اسیب دشمن شیر کو ہوا بتاتے ہیں یہ آ سیٹھ تو کچھ بھی شرمناک ہے۔ بہہ حال نو ہو چکا اور آئینہ جو خدا دکھائے۔ اب صرف مر باقی ہے اگر اوس سے یہ بھلے بھلے آگے تو حیرت خیز ہے ورنہ خبر نہ لگا کر دے۔

بچہ اُسید سے ڈال کر دوسروں کے لئے نوازی۔

1

اوس لپٹے مل ہی جائے گا بوسہ کسی تو ہاں

[illegible]

مربہ سے رکھ رہا تھا۔

مس - ہاں کمان ہیں۔

جبب - ہم انہری کو لکے ہیں۔ آپ بھی ہو اٹھائے۔

مس - (مسکراتے ہوئے) آج کس ہو میں ہے۔

جبب - صرف آج کی ہوا ہے۔ مستم لیلو دو دوسرا خیال بھی

مس - (آپ انداز خاص سے) اہو بہ نہ اور مصالح۔

جبب - جی ہمارا سہہ کا ہے کہ ہے نہ نوا دیکھا ہے جو آپ کو نہ

نہیں لگاتے اور آپ اول پر جان دیتی ہیں۔

مس - (نہر کے) لو اب یہ پہل نکالا ہے ترس نہ کوں لگے۔

جبب - بہت پہنا ہوا ن تم ناسی اون سے اس قدر محبت کرتی

وہ اور ہی قسم کے آدمی ہیں۔ اچھا بیٹھو لیو علی کھان وہ بھی بات

کے آ رہے ہیں۔

مس - بین بایں بیٹھی۔

جبب - آخر کون اس قدر عجالت کا سبب۔ کیا مجھ سے ناراض

ہو گئے ہیں؟ یہ کہ سکر بیٹھے اس کے دو لوگ نہ ہوں۔ رہا نہ رکھا اور اس کو کمری

کی طرف دیکھ لے۔ اگلے ہل دی۔ اب اس ہاتھ سے کمر کو سنبھالا اور گرنے سے بچایا

کہ میں کمری پر نہیں ہو گئی۔

مس - عشق نے ملکہ نور کی کمر کوست۔ فی کیمط و لو طرفہ و

گئی۔ میں نے کن انکھوں سے سکر لے ہوئے۔ ابے انداز سے صیب کو دیکھا

کہ بے پارہ اور بے صبر و تھرا رہ گیا۔

مس - (چلتا ہوا) اب یہ نہیں نکلا ہے۔

مس - (چلتا ہوا) اب یہ نہیں نکلا ہے۔

جان بے  
ہاں مگر اپنے ہاتھ سے قتل کرنا۔

حبیب

مس کیتھارائن نے دونوں ہاتھوں سے اس کے سینہ میں گوبانرا  
دینے کو چسکی لی۔ مگر حبیب ایسا آدمی نہ تھا کہ بے گناہ ایسی ہزار دشت کر سکتا  
اوس نے بھی دلیرانہ ہاتھ بڑھائے مگر حبیب نے ہاتھ چٹک دیا تو پہلے تو اس کے  
ہاتھ نہیں آہستہ سے ہونٹوں سے کاٹا اور پھر انہا کو اب پورا کیا۔

مس

دیکھنا ہاتھ کاٹ ڈالے جائیں گے۔ حبیب نے اپنے  
ہاتھ مس کی کرسی پر رکھے اور اس کے جھک کر اپنی گردن ڈال کر کہا کہ تم میری  
کیوں نہ کاٹو۔ مس نے دونوں ہاتھوں سے، کھیلانودہ اور مس ہی پر اس قدر جھکا  
کہ اس اپنے تئیں اوس سے لمس کرنے سے نہ بچا سکی۔

مس

تو تو اب سامنے لگا دیا ستا وہ ہو کر ہیں اب جانے  
دگر دن میں ہاتھ ڈال کر اچھی بیٹھو ہی۔

حبیب

میں سے فاصلے کا۔

مس

میں کو تو فائدہ ہے مگر نہ ہی

حبیب

آخر کچھ مطلب بھی سکھائے۔ اب میں کیا سمجھتا ہوں؟

مس

میری خواہش بوجھتی ہو تو یہی چاہیے۔

حبیب

جیکے پیچھے ماہ سے صورت نہ آئے۔ اور وہ کہتا ہے

مس

صورت دیکھنے سے کیا حاصل۔ آخر تو مجھے دیکھنا ہی ہے۔

حبیب

دولیر (یہ کہتا ہے)۔ یہ حاصل ہے (مس)۔

دل پر کر دیا تو انصاف ہے۔ اب جس سے تیرے کو کوئی حقدور دیکھے  
وہ تیری سزا دے گا۔

تو یہ سنتے آئے کہ وہ بدہرم گرا رہا تھا۔ مگر یہ کہ تیرے اید  
اس کا۔ لائق تو نہیں کہ تیری۔

مس



ایہی بین آنے کی اجازت دے دی ہے۔

لو! ابھی جلو۔

ہیلو گنگو بہر باد رہے تھے کہ عینا اسان نہیں پھراس کو ٹھنی میں (۱۴)

رکھنا نہ چسکا۔

(عصیب کا ہاتھ گھسٹ کر) ارے میں ہی دیکھتا ہوں۔

جبب عوشتی کے مارے یہ بولا نہیں سگاتا۔ جس کے ہاتھ پیر نہ ہا تھہ

اور مکالمہ کی باتیں ہوتی جاتی ہیں۔ اب گستاخاں نے انہماض سے ٹھال دی۔

ہیں بلکہ حشرہ پشیمانی سے دو مارہ اوروں کی جہارت دلاتی جاتی ہے۔۔۔ سے تعلق

انہی حد سے زیادہ دلیری کرتی ہے اور انعام پاتی ہے۔

کچھ باتوں کو حل ہے۔

پروپی

۱۳۵۰

کہہ رہے تھے تو وہ لکھو گئی

اسکا خوب مرا چکھاؤں گی ۔

اس منزے ہی کی نوازش ہے۔

1512

سین کتھاراٹس اور حبیب نو اسپیج رار رہا زکرنے اٹے گھر کو

ہوئے تھے یہاں راستہ آٹھ سو تھے حامد ایک مسافر دوست کے ساتھ کوٹھی میں داخل

1

خانم

ارکھامی آئی اے یہ سب خدای مقرر

ایر بل کا مہرہ صبح کا وقت ہے ایک یائیں باغ میں عجب ہمارے آ رہی

ہے۔ دروازہ برسلین چڑھی ہوئی ہے۔ اس میں سچ سچ پھول کھل رہے ہیں



اور زکات نف میں خراستے ہوئے گونام آگئے رکبھی رہی کس یاؤن لاکڑ اسے  
جاتے تھے سامنے نظر اٹھائی ہی مگر نگہ میں چار ہو چکی تھیں۔

اوس کے آتے ہی ماع میں کچھ اور عالم ہوا۔ گو یا قدر سے ہاتھ اکا۔  
سبا کر لائے ہیں کہ سرواوس ہمارے سر کس، ن آنکھوں۔ سے گل اور حساروں کے تھیں  
سامنے دانتے تھیں ایک سکت کا عالم۔ پہ گو یا بجلی گری اور اس مادہ

کر گئی۔ سالوں میں خیش ہے بدن میں کر گئی۔ ہاں او د عالم ہوا، وہ کیغبت  
گو ماسی ہنایے موم کی صورتیں ناکر لٹری کر دی ہیں جو ہوا سے کچھ کچھ کر لیں، کر لیں  
سے اس ار حرب لو اور ممکن نہ امانے نہ لکھ رہے

مدان ماند کہ ہم سب مسموم۔ نعو سہ، و نفعہ ہر سے  
خادمہ نے انور کے کندھے پر ہانڈ رکھ کر کنگا نے زبیر کو چلے بہن ہمارا  
دما۔ خون چوں یہ دونوں نھو بہیں مر رہے ہوئی عالی ہیں ایک کیر اور دوسرے کی  
جسرت زیادہ ہوئی جاتی ہے۔ آخر رادہ طاقت نہ رہ کر اور مرے قادیان آگے آگے، ناؤں کی  
اما (کر سنی گھسٹ پیکر) اچھا بھانڈ نہ لکھ رہا ہے۔

نارس در ۱۲۰ سچا دنا کہ میں مالکل بندو دے کر کہتے آئی ہوں۔ اگر  
در اخلاوت کوئی امر ہو انور میں ہی اُن کے سر ہو گا۔

اما لو بہ سوئی ہم کو تو فہم ہے (اوس شخص سے) بہر سطر صا سبہ  
ہجان کار ضامد یا ارض فامد کر مائے، کا کام ہے، لو بڈی تو اسے دریں سے اد اہولی  
بر سطر ار کبائی آئی ا۔ یہ جو بی مہمار۔

عطر آکھیں تا بدامن عنہ افساں تاکر

ناز نس۔ یہ جو استبداد کر سکی کے برابر گردن چھکائے کھڑی ہے پستان بی ہکا ہکا پسند  
آرہا ہے جو کبھی کبھی لٹھی رہا۔ مال سے اکس کر ماماہ امدار سے لو باحنا ہے۔ اور

خدا جا۔ نے اُن سے یہ بڑ بار و پال ہیں۔ اکلی اٹھیں موائیں پہلی جاتی ہیں۔  
خادمہ جو بی بیٹو آج کر کے۔ کھڑی رہی ہوگی۔

سرسٹر (دولیں) زور قتا قدم ہر کجا کہ منے نگر م کرتہ و امن دل کشید  
کہ عا ایسا کس (ماریں سے) شرف رکھتے۔ شاید اپ میری اس جبارت سے ناراض  
ہوں مگر اس امتیاق کا راہو جس نے یہہ دل دکھایا۔

نازین مرے تالے سے کیا کچھ تو اب دونا یہ  
سرسٹر دانش بہ ماہ بہن۔ یہہ الہی مکای انساب کئے کس نے ریا و سناہ  
ماریں آپ تو قاتوں داں آدمی ہں۔ ار باد کو خود زیادہ یہ چہاں سکتے ہں  
ن آپ کی دولت ہمارے دیراں ہوئی در بدر یرشاں مولی (انشوڈ ناڈا آئے) اور ظالم ابھی تک  
یہ چاہیں چڑا۔

سرسٹر بہ عیب نو آس کے تہات لے ڈا ہا  
ماریں کھا ہے آپ کی کوئی باب قاتل طلباں رگہی ہی او۔ (۳) اے بھی  
بور اسماں۔

سرسٹر اتراکس ہر ماہہ خواہ۔ بہہ اناط۔ طالم اگر صورت کس طرح  
دل بھی رحم والا ہوتا نہ کم لاجواب آدمی ہں۔  
ماریں کاتن آپ کے باکرہ العاظن صا اوس کا اثر ہں جو تا کو کون

میں

سرسٹر (دولیں حسب کر) میں نے اسی ای۔ اترتہ کہہ املہار کے لئے  
ایسہ کو بہہ کلہ صا ی۔ ہے  
اے ارم ار دل سروچوں تو سیالی۔

نازین حشر ہر چکی اے فرمائے  
سرسٹر کہوں جو حال نو کہتی ہو مدعا کہتے مہیں کہو کہو ہم اون کہو لو کیا کہتے۔  
نازین اچھا کہہ نہ سکتے۔

سرسٹر ہائے ظالم اس در حلدیوں سے ہر گئی۔  
ماریں ہن حاتی ہوں جو آپ کہیں گے۔

سیرسٹر آئندہ رو ماست جان دل نو ہم ار دل حوش یریں دل میں  
 ناریں بہہ سسک کچھ شمع - پتھر -  
 سرسٹر ان گاہ کی کیا ضرورت ہے -  
 دلم سردی و دلہاری نہ کرو - علم ادبی و عجمی ار می نہ کردی  
 نازیں اسینہ ہی ندوں سے فرصت بہت ملی -  
 سرسٹر بہہ لومیر اصیر ہے -  
 ناریں سر کچھ ہی ہو - صاحب آئیہ نہ کچھ کیا مجھے اوس کی تائید  
 ہیں آئہ اگر آئیہ میرے حال سے ہر میں کہ میں لو آئیہ کی عنایت ہوگی -  
 سرسٹر میں نے کچھ کہہ کمال عالم اللہ ہے وہ یہ کہے لایع  
 نہ تھا میں کہہ چکا ہوں کہ وہ سب بات ہے اللہ آئیہ کی حد سے حد دلائی تھی مگر میں ہے  
 کہ اوس میں ہی آئیہ کو گامیالی حاصل ہوئی سہرا ل نہیں مانتا کہ آئیہ کو اس حالت میں  
 کیوں اوس آئیہ کو تکرار کر لی ہیں کہ مجھے ایسی زدہ حالت میں دیکھیں -  
 ناریں بہہ لومیرا سوال ہے اور اسکا وہی جواب ہے کہ اس کے کار حار عین  
 اور اوس کی قدر ہے کہ رازوں میں کسی کو وصل ہمیں -  
 سرسٹر ہم لو - یہ دل کی جدا ہواقی بہا -  
 ناریں ہر شخص دو سرے کی نسبت اساری خیال کرتا ہے مگر ہی انھیں یہ وہ  
 محسوس ہے - گو کسی امر میں اعتبار حاصل ہو مگر یا سہا جیتہ قدری طور پر جوتا ہے اس کے ہی تو  
 انسان کے اختیار میں نہیں کہیا ہے -  
 سرسٹر کہہ ہیں ہے فم دل اوس کو سائے نہ سے  
 کہتا ہے ہاں جان اب مائے نہ سے  
 اوس لو آئیہ کو نصہ نہ دنا اور اسی جاں کو روگ لگا ہوا  
 نازیں اچھا لو آئیہ کھنڈ آئیہ -  
 سرسٹر کہہ دل سرگہ یا بہہ الحاف سحلی کا تر کر گئے بکھرے لیوں اچھے لگا اور دل پرورد سے



آواز آئی مڑ کر دیکھا نہ سہ نہ راجہ پہ کوغش تھا ۔ انہو ضبط ہو سکا ۔ ناز میں  
 خود دوڑی دوڑ کر اٹھا ۔ پیسہ لایا ۔ گئے گروہی اور اسنے رومال سے جودا  
 دینے لگی ۔ مگر چرچا جاسے کیا غال آیا کہ وہ ہی حالت میں چوڑا ماما کو تاکید کی  
 کہ ہمیں رہے ۔ اور سرگرمی نہ کیے اور خود پانکلی میں بیٹھ بیٹھ جاوہ جا پیاں  
 سب ہوش آیا تو نزل میں ماب نہی ۔ ہاتھ پیروں میں طاقت ۔ مشکل سہالا اور  
 یہ اساتہ کی راہ لی دلس کہتا تھا کہ یہہ ملاقات ۔ ہی رضا کا ہاتھ تھا اسی ہاتھ موت  
 امانہا ۔ مگر کہاں ہیں لو رہہ ہوں اگرچہ مردوں سے بدتر ۔ مرنے تو اس الم  
 دوجو ۔ طحانے یہہ صدمہ کہ آج ۔ آئے اور آئے نہ رہے ۔ قضا سے سکھ  
 ہر کچھ رہے کہا کہتے ۔ ادھر بہہ ادھر رہیں ہی کہ قضا سے لکارا کہ آج ہی  
 اے ۔ ہمارا اس !! اقدم دیو اسماہ میں کہہا ہی ہا کہ آج ہی سے لو جہا انعام  
 اسنے کہاں ہیں ۔ مڑ کر دیکھا لو ایک اٹنی شخص سرسٹے ماکوں لایا وضع بین ظاہر ہو  
 لمبی عذاب سے تکفہ مراجی یہاں کہا ۔

ہمیں ہوسگے ۔

انعام اللہ

لوہر آپ ادن کہ چھٹے نک ملا دیں ۔

اجنبی

میں ادن ۔ سکر اہوں کہ وہ میرے ملائے سے کہی نہ آئیں گے

انعام اللہ

آپ ان کے واقعہ ماہیں ۔

اجنبی

میں ادن سے انا ہی واقعہ ہوں غنا کہ اپنے سے ۔

انعام اللہ

تو چہ کہ کوئی ۔ ہمیں معلوم ہوتی کہ وہ آپ کے ملائے سے

اجنبی

ہ آئیں ما آپ کی مات کا جو اسہ دن ۔

بچہ ماوہن کہ اہوں ۔ مگر کہی مری مات کا واپ و ماہو

انعام اللہ

آپ کی اوں کی لام و عاکب ہے ۔

اجنبی

کہی ہوئی سی ہیں ۔

انعام اللہ

لو تہا آپ ادن ۔ اوں میں کچھ مرے ۔

اجنبی

انفاد اور - بہد کو نا فائدہ - قلمی و قلمی کی بات نہ لہا جائے کہ  
 ایک جاں اور دو فائدہ ہیں کہ ہاں کہ سن اور وہ اگر جاں اور ایک ہی فائدہ  
 احسن اگر سن اور کہ ہاں نہیں مانگنا کہ مجھے ملدی دین چاہا ہے  
 انعام اللہ آہ اس جاں جب تک کہ اس مطلب مجھ سے کہہ لیں -  
 احسن اس سے نہیں کہہ سکتا -  
 انعام اللہ ہو وہ آہ کو ماہ سے کہہ کر جاں ملے گی - احسنی حصہ کہہ ہیں  
 دھل ہوا - ساہی ہی دوسرے دروازہ سے انعام اللہ بار ستر اندر گئے - ایک  
 لمحہ نہ گذر اہا کہ ایک آواز ہائے ظالم کا غصہ کیا کی سنائی دی جس سے تمام نوکر کو  
 سہاوا باوہ اندر داخل ہوئے کوہر ستر کوڑ ساہو اما اعلیٰ نے ہانکا چاٹا کہ  
 بعض نے اس کو کھڑا کیا اور بعض سر ستر کی جھاک و خوں میں لٹے رہا ہاں تیار و (ر)  
 میں مصروف ہوئے تھے ایک ڈاکٹر کو لیے دوڑا احسنی شخص کو کہ ماں کا مال دوس - یہ  
 چاہ کر گئے - چلے -

سر ستر - نہ کر دند - ہم حق آکا، بوا، عطا، ان -  
 عداوت ہے کہ اس عداوت ہاں پاک ملے -

احسنی - دو دانہ دار (پیارے) اور س - یہ - ار لہ لو ظالم سے لہا  
 (ا) نے کھا کھاتا تھا - نگاہ لو کہ - ہاں کس - ہاں - ہم - اہی تری  
 ماہ ہدی - یہ - جم غس - نوام کے کشید و ہوا -

تو سر - ہم - اہم - از - جس - مانتا -

سر ستر - اس ہاں بے پکسی کے اسارہ کہ - ہاں -  
 دیکھ - یہ اس کہ کو بھسا اور - فہما کو ہم -

یہ - احو کو نہ قابل سے کہتی ہو ہیں گئے - سا - چلٹا کمار سستہ میں مانداں کا  
 حامد ایسی کو ٹی میں - اور وہاں چھڑا کہ - سے - پتہ - تاکر - ہے -



اکرم	ہتر ہے مگر موجودہ صورتوں کو کہہ نشی بخش ہے بہن۔
حامد	کسی باتیں کے ہو میاں سلسلہ عمدہ ہے کوئی دھن دیکھا۔
اکرم	ہب اچھا بہن آنکار ہوڑا ہی کرنا ہوں۔ بہر کل اوسا نہ حل سکے
اکرم	نام کو موقع ہیں۔ ہماری گاڑی کام کی۔ رہی اوس یہ سائنس ہمار۔
حامد	مرگاڑ کا بدوست ہو جائیگا۔ مگر آدمی کی فلت سے ٹراسا
اکرم	جب سے صاب گنا کوئی ڈھنگ کا آدمی ملنا ہی نہیں۔
اکرم	رہی کوئی ڈھنگ کا نہا۔ آخر آپ کا کیا لے گا۔
حامد	میری گھڑی ایک نو بہن ملتی دو سرے دو نوٹ ملنا ہی میں
اکرم	جلدی میں رکھ کر چلا گیا تھا وہ عائب ہیں۔ غرض صرف میں سو کا نقصان ہے سے چوٹے
اکرم	خوب بہن کچھ قیمت ہی ہیں۔
حامد	ہی انھیں نہیں۔ ورنہ اس سے رہا وہ حریماہ کا نو میں سنبھلتا
اکرم	اُسکی لوحیب انواہ ہے وہ کولسی میں صاحب نہیں۔
حامد	لا حول ولا قوت تھے کس کا ذکر کیا۔ اوسی قیمت سے لوچھے یدام کا
اکرم	اچھا ہوا ہوا گئی جس کم جہاں پاک۔
اکرم	آخر وہ بنی کون؟
حامد	چھے کما خر۔ نم کو اس کی کیا کر۔ دینی لگی ہے دور کر دقت کو۔
اکرم	دور اٹھ کر کیا جی صاحبہ کے انتقال کی لو آپ کو خیر ملی ہو گی۔ خط
یٹہ ہا نہانا؟	
حامد	ہاں بہائی سے بہت افسوس ہوا۔ ا۔ ل تو قاصی مجھ احسن صاحبہ
اکرم	ہی سے اقبال سے کیا چہرہ صدمہ نہوا ہوا۔ تو کو ناگہری و سراں ہو گیا۔
اکرم	وہ تو تانا۔ یہ ہے میرے ہی ہجہ گما تھا۔
حامد	مالا۔ یہ ہے گرا کے اخباریں ایک صیب و حمت نساک صوب



نہ سام ہو گی۔ کچھ ہی ہو میں تو سچ ہی آئی۔ وا۔ ہونا ہوں ہاں میں نے ایسی  
 عجلت کیا کہ اوس سر ایسی، ایسی مٹی اور ہونے سے بھر لی میں کدواں اب دوں گا۔  
 مری لو اوس۔ ہمارا آ کہیں ہی نہ ہو مکھڑا گی۔ بائے کہیں چار آنکھیں  
 ہوں تو ہی۔ حایہ۔ دل لڑ کہا ہے۔ ہر نو مہا ہی لیں گے۔ جدا جانے اس وقت  
 کمال ہو گی اور کس حال میں ہو لی۔ میری پیاری اور۔ بے تک من خطا دار ہوں  
 ظالم کہنی خط تو آ جا، آنگر اندر سے خط اور آتے رہے حوصلہ! کہ خود دین میں  
 نہ لی۔ ہی امن نومہ۔ دل کہہ پتے لیتی ہیں۔ ما اندر جلد صبح ہو اور میں روانہ  
 ہوں۔ پہاڑ میں حائے لڑ کر ہی نہ ہوں۔ ملی لوس اور استعفی داخل کر دوں گا۔  
 بعد مانو پتی استبداد صبح کہوت۔ آنگر صبح، ماسدست تہائی را۔ لاؤ دست  
 رخصت نہ لو کہہ رکھوں کچھ نہیں وفتہ کئے۔

در عو است کہہ کرتا م کی کھٹے میں دیکھا تو مارہ کک کہہ منٹ گارے تھے۔  
 حامد ہاں آؤ حدر علی حدر علی۔ (دور سے) حدر علی  
 بس سوئے اٹھو۔ حدر علی۔

دوڑے ہوئے آکر (سیرکار سر پہ ارتداد  
 ۱۰۔ ملی  
 ۱۱۔ حامد  
 ۱۲۔ اکرم  
 ۱۳۔ حامد  
 ۱۴۔ اکرم  
 ۱۵۔ حامد  
 ۱۶۔ اکرم  
 ۱۷۔ حامد  
 ۱۸۔ اکرم  
 ۱۹۔ حامد  
 ۲۰۔ اکرم  
 ۲۱۔ حامد  
 ۲۲۔ اکرم  
 ۲۳۔ حامد  
 ۲۴۔ اکرم  
 ۲۵۔ حامد  
 ۲۶۔ اکرم  
 ۲۷۔ حامد  
 ۲۸۔ اکرم  
 ۲۹۔ حامد  
 ۳۰۔ اکرم  
 ۳۱۔ حامد  
 ۳۲۔ اکرم  
 ۳۳۔ حامد  
 ۳۴۔ اکرم  
 ۳۵۔ حامد  
 ۳۶۔ اکرم  
 ۳۷۔ حامد  
 ۳۸۔ اکرم  
 ۳۹۔ حامد  
 ۴۰۔ اکرم  
 ۴۱۔ حامد  
 ۴۲۔ اکرم  
 ۴۳۔ حامد  
 ۴۴۔ اکرم  
 ۴۵۔ حامد  
 ۴۶۔ اکرم  
 ۴۷۔ حامد  
 ۴۸۔ اکرم  
 ۴۹۔ حامد  
 ۵۰۔ اکرم  
 ۵۱۔ حامد  
 ۵۲۔ اکرم  
 ۵۳۔ حامد  
 ۵۴۔ اکرم  
 ۵۵۔ حامد  
 ۵۶۔ اکرم  
 ۵۷۔ حامد  
 ۵۸۔ اکرم  
 ۵۹۔ حامد  
 ۶۰۔ اکرم  
 ۶۱۔ حامد  
 ۶۲۔ اکرم  
 ۶۳۔ حامد  
 ۶۴۔ اکرم  
 ۶۵۔ حامد  
 ۶۶۔ اکرم  
 ۶۷۔ حامد  
 ۶۸۔ اکرم  
 ۶۹۔ حامد  
 ۷۰۔ اکرم  
 ۷۱۔ حامد  
 ۷۲۔ اکرم  
 ۷۳۔ حامد  
 ۷۴۔ اکرم  
 ۷۵۔ حامد  
 ۷۶۔ اکرم  
 ۷۷۔ حامد  
 ۷۸۔ اکرم  
 ۷۹۔ حامد  
 ۸۰۔ اکرم  
 ۸۱۔ حامد  
 ۸۲۔ اکرم  
 ۸۳۔ حامد  
 ۸۴۔ اکرم  
 ۸۵۔ حامد  
 ۸۶۔ اکرم  
 ۸۷۔ حامد  
 ۸۸۔ اکرم  
 ۸۹۔ حامد  
 ۹۰۔ اکرم  
 ۹۱۔ حامد  
 ۹۲۔ اکرم  
 ۹۳۔ حامد  
 ۹۴۔ اکرم  
 ۹۵۔ حامد  
 ۹۶۔ اکرم  
 ۹۷۔ حامد  
 ۹۸۔ اکرم  
 ۹۹۔ حامد  
 ۱۰۰۔ اکرم

جگا کہ یہاں آجی و۔ کہہ کام ہے۔  
 حدر علی اکرم کے کمرہ میں آگیا۔ حامد اپنے کمرہ میں ٹہلے ہاں کہ انے میں ام آ کہیں آؤ تو  
 اچھی تھرت یہہ موقتہ والی آج مراغہ کسا۔ یہہ اسار سے  
 تو آج آپ برعکس اسے کیا۔  
 حامد  
 اندکار ارادہ اسان کے ارادوں پر غالب ہے۔ کل جو حاکم  
 کرے سوئے تھے۔ اس وقت محو۔ اوس کو دو ہفتہ کے واسطے ماموی رکھا ہوں  
 آس یہاں ماطہاں رہیں میں۔ آج سے لورے چودہ روز بعد آلوں گا۔  
 اکرم  
 ابھی حدر۔ کیا کہیں آتے ہیں۔

حامد ہاں دلی - (لام سے) اسباب باند ہو صرف بستر اور بکشن  
 رور مرہ کے پٹنے کے کٹر سے لیلو اور بس ۔  
 اکرم اس قدر محبت کا آخر باعث ۔  
 حامد باعث سرے آئیچکے لعل معلوم ہو گا ۔ اس وقت آسا کہدینا  
 کافی ہے کہ میرا ہی اس اخبار کی خبریں حد ہے اور بہت مٹا دھند ۔  
 اکرم میری رائے بن لو اس قدر عجیب خلعت و الشندی ہے ۔  
 حامد بیان و الشندی پر نصرت پیچھے ہیں ۔ اچھا آب جا کر سوئیں  
 ضرور جاؤ نگاہ حامد رکے والا ہیں ۔

ہے میں سو نگہمن نگہت گل جا کے باغ میں  
 بس کب تک التجائے نسیم سحر کر بن ۔  
 رات کا وقت ہے دلی دروارہ کے باہر مہنایاں سرس ۔ نئے والوں  
 کے مزار و ہر دوری روتی سے چک رہا ہے اس سفید چاندلی میں کینوں کی  
 ہر بادل عجب ہمارا دکھا رہی ہے ۔ اور جو کہ سسائی کا عالم ہے وحشتی طبع لوگوں  
 کے دل ہلانے کے واسطے اچھا منظر ہے ۔ کہیں ہرے پھرے ٹیلے نظر آتے ہیں  
 جن پر جو درودوں کی ڈالان رنگ رنگ کے پھولوں سے مزین ہوں گا خوشا  
 ہاں تو ہاں ان ساتی کی گردن میں پڑے ہیں ۔ کہیں کہیں کبھوں کے مزار پر کچھ  
 مازک مارک یو دے اور ہر ماو ل اگ رہی ہے ۔ حوڑ ماں حال سے کہ رہے  
 ہیں کہ سے بغیر مرہ ہو مند کے مزار مرا ۔

کہ قریب تیں غرمان ہیں گساہ میں اس  
 ارا عالم پورا اور لو کوئی نظر ہمیں آتا ۔ ہاں خدا جانے یاری انور ۔ کہ  
 (۱۰۱) مائی سے کہ تن ہماں وہ کے میدان میں ہاں رہی ہے جس کی بری

[illegible]

نصیب کرے یہ سب اُن کی برکت ہے ورنہ مہر اکیا نہ تھا کہ اسی خود بدورت وضع  
بنائی اور اندر نے چاہا تو اگلے سال دیکھنا۔

نارین (پانچ روپیہ بلبلد رانعام و بکے) ہاں بیشک تو بڑی محنت کرتی  
مالن (سلام کر کے) یہ آپ کی قدر دانی ہے اندر و نوجوان میں  
چین دے چلے اُن کیاریوں کو بھی ملاحظہ فرمائیے۔

اچھا چلو۔

نارین

یہ انور کی والدہ سید النسیگم کا مزار ہے نارین نے ارگرد کی زمین خرید کر لیا  
لگایا ہے تاکہ کہی سیر سے دل بھلائے۔

مزار پیسج میں واقع ہے چاروں طرف چار شلٹ ناکباریان ہیں  
کباریوں کے حدود پر بھری کے تین تین فٹ چوڑے درخت ہیں۔ شلٹ کے قاعدوں  
پر چار اور مربع کباریان بنائی گئی ہیں جس میں تمام خوشنما پھولوں کے درخت ہیں اس فلو  
کے گرد و بھر۔ ٹھیکے بیوہ دار درخت ہیں حوزین پر ساہ کئے ہوئے ہیں۔

نارین اور مالن کے ساتھ اٹھی اور تمام قلعہ کا ایک جکر لگایا۔ مالن کی  
باد اور وقت و مقام کی تاثیر نے طبیعت پر ایک عجیب کیفیت پیدا کی کہ ٹری دینے کے  
وہیں پھرا کی۔

نارین (مالن سے) نوجا اور کھاوان سے کہدے کہ میں ابھی نہیں جاتی وہ  
اپنے کہانے پہنچے کا بد رست کر لیں۔ یہاں ہیں وہ درگاہ کے پرے دروازہ پر  
مالن تو اوپر گئی نارین اور اوپر ہر ٹھٹھنے لگی سیر کرتے کرتے باغچے کے  
ماہر چلی گئی۔ شرک پر شفاف چاندنی کل رہی نہیں جس میں تھوڑے فاصلہ پر ایک مقبر  
کی حوتھا عمارت دکھائی دی۔

مالن آیا کہ اس عمارت کی سیر کرے آگے قدم بڑھائے مگر جوت مسلم  
ہوا۔ پہلے راہ تو ملتوی کہا مگر غسانی کے عالم میں چاندنی کی بہار اسی پہانی کہ وہیں ٹھری  
آمان وزمین کو تھکنے لگی۔ تنہائی کے عالم میں بھلا نیلا لٹ۔ یہ دل کو کھر لیا۔ ٹھڈی

ٹھنڈی سانس ہون کو لئے ہر نئے نکلے آنکھیں آسمان کی طرف اٹھیں۔ اور کچھ  
چپکے ہی چپکے التجا کر کے پہرے آئیں۔ آخر کار ضبط کا یار نہ رہا۔ اور ہونٹوں کی جنبش نے  
کسی بچہ کے ہونٹوں کی باد کا اظہار کیا۔ حامد خدا جانے تم کہاں ہو اور میں کہاں۔ اگر بچہ  
گئے تو تمہاری خوشی مگر تمہاری یاد اس دل سے دل کے ساتھ جائے تو جانے کاشل سوخت  
تمہاری صورت نظر آتی تو اس منظر کی خوبی اور دو بالا ہو جاتی۔

بہ ہمسیدہ جانم فوہیا کہ رمدہ مانم پس از ان کہ من نہ مانم بچہ کا رخو ہی آمد  
یہ لفظ ابھی یورپ پور سے زبان سے ادا نہ ہوئے تھے کہ پشت کے میچے کسی کی  
آہٹ معلوم ہوئی۔ دل یہ خوف چھا گیا اور آنکھیں نہایت اضطراب سے اس بید کو  
معلوم کرنے کو مشرین تو سامنے حامد کی صورت نظر آئی۔ تھوڑی دیر تک سکتہ کا سا  
عالم رہا اور ایک کی ہی زبان سے کوئی لفظ نہ نکل سکا وہ نو آئے سامنے کھڑے ایک  
دوسرے کی شکل چرت و استعجاب سے تک رہے ہیں کہی متوق کا تھا خدا ہوتا ہے کہ دل  
کہہ لکھ لئے کہی شرم مانع ہوتی ہے کہ مدتوں کے بچہ سے اب کیا تعلق رہا۔ دونوں کا  
اضطراب آنکھوں سے آنسو بہا کر کلفت و ہونے لگا۔ دونوں کی آنکھوں سے ٹپٹپ  
آنسو گر رہے ہیں۔ لیکن لبوں پر مہر سکت لگی ہے۔ تھوڑی دیر ہی عالم رہا تو  
حامد سے نہ رہا گیا اس نے اپنے ہاتھ مارنیں کی طرف بڑھائے مگر ہاتھ کا ہے اور  
بتسل اُن آنکھوں سے آنسو پوچھ سکے۔ اس حرکت اور آگ لگائی کہ وہ لوکی  
آنکھیں اور بھی زیادہ اشک بار ہو گئیں نازنین کے قدم لڑکھڑانے لگے۔ اور  
وہ گرنے ہی کو ہے کہ حامد بے سہالا۔ اس کے دو ہاتھ نازنین کی کمر بن نازنین  
کا ایک ہاتھ حامد کے کندھے پر۔ مگر فوراً کچھ خیال آیا کہ باجاء لڑائی بالکل ہاتھ  
چھٹا کر زمین پر ہو چکی۔ حامد ہی وہ بن فرش خاک پر بیٹھ گیا اک لے دوسرے کو  
الفت کی نظر سے دیکھا اس ساتھ ہی کچھ مسرت بہرے خیال نے چہرہ پر تسکین پیدا کی  
حامد انکھنڈ کہ آج یہ صورت یہ دکھائی دی  
انور فکیر ہے آپ کی صورت دکھانے کا خیال آیا۔





ابہ تو روز ارل میں فیصلہ ہو چکا ہے  
 ماہ کا پہرہ خوشی اور مسرت ہے۔ چکے لگاؤ سینے نازین  
 انور کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا گاڑی بان کو آواز دی اور دو نو سو ا ر  
 ہو کر چلے گئے۔

# خاتمہ

مستانہ سخن میرسد از دل بہ لب ما عشق است کہ رستہ زبان ادب ما  
 عشق کی کہانی اور سجاد کی زبانی اور دانگیر واقعات و دردمند طبعیت سے  
 نکلتے تھے اور موثر و لون برنشتر کی طرح چہیتے تھے۔ آہ زمانہ ایک حالیہ  
 نہیں رہنے دیتا۔ اب نہ وہ دن ہیں نہ وہ راتیں پھر ویسی دلنویس باتیں  
 کہاں۔ ذوق و سنوں کے دفتر الٹ گئے حوش و خروش کی طعنیات  
 مٹ گئیں۔ بہار کے ساتھ ساتھ خزاں آئی اور امیدوں کے مرغ میں  
 جہاز وہمیر گئی۔ اب اگر کچھ باقی ہے تو اس زمانہ کی یادگراں اور افسوس  
 اور حسرت بڑھانے اور جگر کو خون کرنے والی۔ پھر ہلاسا نہ نگارسی کا داغ  
 کسے اور ناول نویس کے ہوش کہاں۔ یہم آخری سانس ہے۔ سوچو اے  
 سنوف سے لکھا ہے اور دوستوں کی خاطر سے شائع کرتا ہوں۔ محبت ناقابل  
 مین اتنی قابلیت کہاں کہ نصفیت و تالیف کی جرات کروں۔ مگر ہر کچھ کیا  
 اوس سے مطلب دوستوں کا دل بہلانا اور لطف و محبت بڑھانا تھا۔  
 نہ لیاقت نہ تانا۔

گلستاں میں گل پییدہ! خم کا۔ تھے ہو کہ اب وہ زمانہ نہیں کہ  
 طور کے ہنسی کی زمانی کہاں کہیں اور بعد از عقل و دوز از قیاس  
 و افاسدہ بر فصدہ کا طومار بامدین۔ زمانہ کا رنگ دوسرا ہے۔ معرکہ تعلیم نے  
 طبیعتوں کو حقیقت اور حشر کے رنگ میں رنگا ہے۔ خیالات بدل گئے  
 اور مدلیے ہوئے ہیں۔ اس لئے کہ کسی نہ کسی جگہ ہے۔ جہاں کہ  
 فساد ہو تا رہے گا۔ ہر جگہ۔ ہر وقت۔ ہر جگہ۔ کہ مارچ میں شہنی واقعات



اور مستحق ہیں اور ہر کارمند ہوں

قدیم زمانہ میں ہی جبکہ مسانہ کی بنیاد ان نیچرل مضامین پر رکھی اور  
اسباب ہی جبکہ ناول نیچر اور فطرت انسانی کا فوٹو ہوئے ہیں عقیدہ ذہنی  
کی جاسنی ضرور ہوتی ہے اور اسی سبب سے منین اور سنجیدہ  
انظروں میں ناول کی وہ وقعت نہیں ہوتی جو ہولی چارلیٹے مگر سچ ہے  
کہ حیات تک داستان میں محبت کا چٹخارہ نہونا ول عام پسند نہیں ہوتا  
اگرچہ ہمدیبا یا ہمدوستانی تہذیب کا اقتضایہ ہے کہ جو ش محبت  
چہا یا حاسہ الا حقایق موجود است کہ ماہر جاسے ہیں کہ یہ مادہ قدیم  
ہر فرد بشر میں ودیعت رکھا ہے بلکہ حکمت الہی کا مفصل ہے  
کہ محبت کے رسمہ دلویں دوڑے ہوئے ہوں۔ اور اسی  
سبب سے محبت کو عدالت برتر ترجیح دی ہے۔

خدا کا سب سے بڑا اور پہلا عطیہ محبت ہے اور دنیا میں  
اس سے زیادہ دل خوش کن اس سے زیادہ سچی صریح بخشش والا  
اس سے زیادہ سسر میں اور مرحوسہ سمجھ میں ہے سچ ہے کہ جہوئی  
یا ناپاک محبت نے سبب کے نام کو بدنام کیا۔ اور کوتاہ نظر محبت ہی  
را سمجھے لگے۔ اس سے ہی انکار نہیں ہو سکتا کہ محبت کا دامن ہر ہستی ہی  
ایک وصف ہے اور رانی کا ذرا سانیال ہی اس سے الودہ اور بد نما  
کر دیتا ہے اور چونکہ انسان اپنی خواہشوں پر قار اور اس کے صفا  
پر پورا پورا حاکم نہیں ہے اکثر سچی اور پاک محبت میں ہی مادہ اضناط  
قدم ڈمگا جانے کا بہت احتمال ہے۔ اور اسی سبب سے لوگوں کے  
دلوں سے بے لوث محبت کا اعتقاد اٹھ گیا ہے اور وہ نقش محبت  
محبت سے بے لوث محبت کا اعتقاد اٹھ گیا ہے اور وہ نقش محبت  
لگا با حاتا ہے۔ اگر سچی اور بے لوث محبت ہے نوا مان کے دل کے

حی بن یقین کا کام کرتی ہے۔ بہت بہت کا آفتاب چکا ہے نور است  
 سا اندھیرا دور ہو جانا ہے۔ اور ہر ایک تار ایک پیالہ میں گھسا رہی  
 پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ ایک قدرتی اور رہن امر ہے کہ انسان کی  
 طبیعت حوی پسند و افش ہوتی ہے۔ اور حسد رکھتا ہے۔ زیادہ جو جان  
 نظر آتی ہیں اتنا ہے اس کا دل بھر ہونا ہے۔ اور سمجھتا ہے انسان کا دل  
 بہ چاکرتا ہے کہ اس کے متعلق ہر ایک چیز دلچسپ ہے۔ ہر اکھون کو جیسے  
 ہمیشہ دیکھتا ہے۔ اور سینہ عجب بالکل صاف کی نالی سے بدگیا کو نکدہ گرا رہا ہو سکتی  
 ہے۔ لہذا اگر خوش قسمتی سے حصول سے پہلے خودیوں سے آگاہی ہوئی ہے  
 علاوہ حوشی اور مسرت کے ہمیشہ آرام اطمینان اور سلوک سے زندگی  
 بسر ہوتی ہے۔

محنت کے بگناہ حوش ہو پہلے پہل معصوم دلون میں رہا ہو۔  
 بن بہت ہی سے عرض بہت ہی حوی اور بہت ہی پاک ہو۔ تہاں اور  
 امتداد زمانہ با حصول کی مسکن اس کے نفس داؤں سے نہیں مٹا کس  
 حی کہ ناامیدی سے بہہ آگ اور بھڑکنی ہے۔ بسطرح اگر مدد پر نشہ دیکھا  
 جائے یا سچ کی کوکس کی جا۔ یہ ترایاں اور زباؤں مستحکم اور راعہاد  
 حوی ہو جائے اس طرح مجھ پر جبہ مقدس رہا بہت جبہ قدر و کثرت حقد  
 یاس بڑھی جائے اس سوق تیز تر ہوتی جاتی ہے کہ دیکھ سہی محنت اوسے  
 شخص سے ہوتی ہے سبکی خد بیان تمام عالم میں یاد رہی معلوم ہونی  
 ہوں۔ سبکی صورت اور رمن خیال دل میں رہا ہر وجہ ہوا۔ یہ جسکے  
 نام کی دل عزت کرتا ہو اور جہاں سے طبیعت میں جنس اور الفت پیدا ہو  
 جسکی خاطر دنیا کے عیش و آرام تلخ معلوم ہو۔ یہ ہوں اور یہ ہی تمام  
 دنیاوی مسرت کا منبع معلوم ہو۔ یہ جہاں سے سون جہاں میں اور ذری  
 رائے میں علاء۔ دل میں عالی حوصلگی۔ عادات میں سادہ سادہ رہا کرتا ہے۔

بر سر یہ مسئلہ ان کو دور کر کے پاک دامنی کو فوت دیتا ہے۔  
 اہل محبت کے واسطے گناہوں کو چھپا لیتے ہیں۔ کہہ دوں کہ محبت خطا کو نہیں  
 نظر کرے میں ماننا پسند ہے۔ مجھ سے عبدولہ پر وہ ڈال دیتی ہے اور کمالوں کو  
 نکال کر دیتی ہے۔ محبت مہلکی کو خاموشی سے چھپا دیتی ہے اور خود بدوں کو آشکارا  
 کرتی ہے۔

بعض اوقات سب سے اچا کہ اور یکا یک پیدا ہوتا ہے ایک نظر دلیر  
 ایسا کہ کر لیتی ہے کہ ہر بھی نہیں انکسلی کر سکتا، میں نواہد و بدو با سورت پاک دامنی  
 اور محبت عجیب ہیں وہاں رہتے ہیں۔ بہہ دار بنیں نہ صرف محبت قائم رکھنی ہے بلکہ  
 اسکو چینیہ بلا دینی ہے اور محبت کی سچی خوشی اور فرحت بخششی ہے علاوہ انہیں  
 و ناداری۔ حد اہت تابہت قدری محبت اسے دلوں کو ریا و عزیز اور رات کو کر دیتی ہے  
 دنیا کا آرام ملکہ انتظام محبت اور عدالت ہے ہی مختصر ہے۔ جو لوگ اس پاک جو ہر کا  
 اپنی بدلتی ہے۔ اسے مکر نہیں قصور وار نہیں ہے جو ہے۔ اللہ تعالیٰ اگر محبت و سب سے تو  
 وہ ان سے اس سے عطا فرمے۔ یہ دور ہے ان کی شکل اس سوال پر نہ ڈالے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
 وَتَبَارَكَ اسْمُكَ يَا اللَّهُ

DO NOT BE MISLED BY THIS

نور علیہ السلام کی بارگاہ میں اس کا ذکر ہے۔ ہاں ہاں یہ ہم پر اس کا ذکر ہے۔

